MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

اُس کی متبنّٰے کرنے کی درخواست نامنظور ہوگئی۔ مگر جب ۱۸۷۴ء میں اس کا انتقال ہوا تو اس کی جاگیر بجے سنگھ والیٔ ٹپے کوٹلے کو جو اس کا قریبی رشتہ دار تھا مل گئی یہ جاگیر ۱۵۰۰ روپے سالانہ خراج کی شرط پر اس کے نرینہ ورثا کے لئے نسلاً بعد نسلٍ کردی گئی جاگیردار کو اس بات کا بھی ذمہ وار قرار دیا گیا کہ وہ اپنے بھائی گلاب سنگھ اور بھتیجے کرم سنگھ کو ۳۰۰۰ روپیہ سالانہ تک گزارے کے لئے دیا کرے ۱۸۷۸ء میں اسے راجہ کا خطاب بطور ذاتی اعزاز کے دیا گیا مگر دوسرے ہی برس اس کا انتقال ہوگیا۔ اور جاگیر اُنہی شرائط پر اُس کے بیٹے جے سنگھ کے نام منتقل کردی گئی جس نے راجگی کا خطاب بھی حاصل کیا اور ۱۹۰۸ء میں یہ خطاب خاندان کے بزرگ کے لئے جبکہ وہ باقاعدہ طور پر جانشین تسلیم کرلیا جائے موروثی کردیا گیا٭

راجہ رام سنگھ کی وفات پر جاگیر سیبہ کا سرسری اور ۱۸۹۲ء میں قانونی بندوبست ہوا۔ ڈاڈا سیبہ خاص کا مالیہ آخری بندوبست میں ۱۳۲۴۵ روپیہ اور تعلقداری مواجب ۲۰ روپیہ سالانہ کے لحاظ سے ۲۶۴۹ روپیہ اور ٹپہ کوٹلہ (وہ عطیہ جو بجے سنگھ کے قبضہ میں تھا) کا مالیہ ۳۶۹۲ روپیہ یعنی کل ۱۹۵۸۶ روپیہ تشخیص ہوا٭

راجہ جے سنگھ مجسٹریٹ درجہ دوم اور منصف درجہ دوم کے اختیارات اپنی جاگیر کی حدود کے اندر استعمال کرتا ہے۔ یہ حدود تعلقاتِ کوٹلہ اور سیبہ کے ۲۴ گاؤں پر مشتمل ہیں۔ جموں کے خاندانِ شاہی سے اس کی رشتہ داری جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اس طرح پر ہے کہ اس کی بہن مہاراجہ رنبیر سنگھ سے بیاہی گئی تھی جس کے بطن سے موجودہ

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
GSL

سے نکال دیا اور اس کے بعد اپنے چچیرے بھائی بجے سنگھ کو بسبب کے اُن مقبوضات سے جو مہاراجہ نے اسے دیدئے تھے بے دخل کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ یہ مقبوضات اُس نے اُس وقت تو لے لئے مگر اس کے تھوڑے عرصہ بعد سرکار انگریزی کے حُکم کے بموجب پھر بجے سنگھ ہی کو دے دینے پڑے *

الغرض رام سنگھ اور بجے سنگھ اپنی اپنی جاگیر پر مستقل طور سے قابض ہو گئے۔ رام سنگھ کے حصہ میں اتنے گاؤں تھے کہ جنکی کل سالانہ آمدنی ۴۲۰۰ روپیہ تھی اور جو اسے اور اس کی نرینہ اولاد کو علے الدوام ملے ہوئے تھے اس آمدنی میں سے ۱۵۰۰ روپیہ سالانہ بطور خراج کاٹ لیا جاتا تھا۔ بجے سنگھ کو چھ گاؤں دئے گئے تھے جن کی آمدنی ۴۸۰۰ روپیہ سالانہ تھی اور جو اُس کی وفات کے بعد اہل ہنود کے قانون میراث کے مطابق اُس کے ورثا کو ملتی مگر اس نے ۱۸۴۸ء کے خاندان کٹوچ کے ہنگامہ میں حصہ لے کر اپنے حقوق زائل کرادئے اور اس کا حصہ ضبط ہو گیا لیکن ۹ سال بعد اس کے چھوٹے بھائی گلاب سنگھ نے جو جموں کنٹنجنٹ کی اُس رجمنٹ کا کمیدان تھا جس نے ایام غدر میں دہلی جا کر اچھی خدمات کیں اور سرکار انگریزی کے ساتھ وفادارانہ برتاؤ کرنے کی وجہ سے اس کا ضبط شدہ حصہ اسے پھر واپس دے دیا گیا۔ ضبط شدہ علاقے کی یہ بحالی مہاراجہ جموں کی ذاتی سفارش سے ہوئی تھی جس سے بجے سنگھ کا شادی کی وجہ سے تعلق تھا ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں راجہ رام سنگھ بلاشبہ وفادار رہا تھا۔ اس کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی اور

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

راجہ بھوپ سنگھ والیٔ گولیر نے یہ علاقہ راجہ گوبند سنگھ اور اُس کے چچیرے بھائی دیوی سنگھ سے چھین لیا۔ دس سال بعد روسائے گولیر سے رنجیت سنگھ نے لے لیا اور ۱۸۳۰ء میں گوبند سنگھ کو واپس دے دیا۔ اس طرح کانگڑہ کی تمام چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں سیبہ ہی ایک ایسی ریاست تھی جو سکھوں کے عروج کے زمانے میں ان کی دست برد سے بچی رہی رنجیت سنگھ نے ایک دفعہ اسے تباہ کرنے کی ٹھان لی تھی مگر راجہ سیبہ ۱۵۰۰ روپیہ سالانہ خراج دینے اور اپنا بڑا قلعہ سکھوں کے حوالے کرنے پر راجہ دھیان سنگھ کی سفارش سے جس سے خاندان سیبہ کی دو لڑکیاں بیاہی گئی تھیں بچ گیا بعد ازاں یہ ریاست چچازاد بھائیوں میں تقسیم ہوگئی ٹپاکوٹلہ کا علاقہ جو ۵۰۰۰ روپیہ مالیہ کا تھا میاں دیوی سنگھ کو دیدیا گیا اور اُس کی وفات پر اُس کے فرزندِ اکبر بجے سنگھ موجودہ راجہ کے باپ کے نام جاری رہا۔ باقی ماندہ جاگیر جو تقریباً ۱۵۰۰۰ روپیہ کی آمدنی کی تھی گوبند سنگھ کو دے دی گئی جسے جنگی خدمات کے لئے اتنی کنٹنجنٹ فوج رکھنی پڑتی تھی جس پر کہ اس کی آمدنی کا دو تہائی حصہ خرچ ہو جاتا تھا۔ راجہ گوبند سنگھ ۱۸۴۵ء میں فوت ہوا اور اس کا بیٹا رام سنگھ جانشین ہوا۔ رام سنگھ سکھوں کی لڑائی کے دوران میں مجبور تھا کہ سکھوں کی فوج میں ۱۰۰ اسوار کے ساتھ شامل ہو اس لئے وہ جنگ فیروزشاہ کے موقع پر موجود تھا مگر اس میں لڑنے کی جرأت نہ تھی اور اُس گھبراہٹ میں جو بعد میں پیدا ہوئی بڑی خوشی سے کانگڑہ کی طرف واپس بھاگ آیا اس نے راجپوتوں کی امداد سے سکھوں کو قلعہ سیبہ

ضلع کانگڑہ

CSL

راجہ جے سنگھ رئیس سیبہ

راجہ بھاؤ سنگھ
- ۱ میاں خوشحال سنگھ
  - میاں دیوی سنگھ
    - ۱ راجہ بجے سنگھ (وفات ۱۸۷۹ء)
      - راجہ جے سنگھ (ولادت ۱۸۲۹ء)
        - ۱ ٹکا گجندر سنگھ (ولادت ۱۸۵۳ء)
        - ۲ ترلوچن سنگھ (وفات ۱۹۰۱ء)
          - نندی سنگھ (ولادت ۱۸۸۹ء)
        - ۳ اُپندر سنگھ (ولادت ۱۸۷۵ء)
          - ۱ نروتم سنگھ (ولادت ۱۹۰۲ء)
          - ۲ سنت سنگھ (ولادت ۱۹۰۶ء)
    - ۲ میاں گلاب سنگھ (وفات ۱۸۹۶ء)
      - سوہن سنگھ (وفات ۱۸۷۹ء)
    - ۳ میاں ظالم سنگھ (وفات ۱۸۸۶ء)
      - ۱ میاں کرم سنگھ (وفات ۱۸۹۸ء)
        - ۱ دھرم سنگھ (ولادت ۱۸۷۰ء)
        - ۲ سوچیت سنگھ (ولادت ۱۸۷۲ء)
          - ۱ شام سنگھ (ولادت ۱۹۰۲ء)
      - ۲ میاں رتن سنگھ (وفات ۱۸۷۳ء)
- ۲ راجہ مادھو سنگھ
  - رائے شیر سنگھ
    - راجہ گوبند سنگھ (وفات ۱۸۴۵ء)
      - راجہ رام سنگھ (وفات ۱۸۴۲ء)

راجہ جے سنگھ قدیم راجگانِ کانگڑہ کی ایک دوسری شاخ کا سرکردہ ہے۔ جس طرح سے گولیر کانگڑہ سے الگ ہوا اسی طرح سیبہ گولیر سے علیحدہ ہوا۔ تقریباً ۶۰۰ سال گزرے کہ ہری چند کے بعد چوتھی پشت میں حکمران رؤسا کا ایک چھوٹا بھائی سیبارن چند اُن چند تعلقوں میں جو دریاے بیاس کے جنوب میں واقع تھے خودمختار حکمران بن بیٹھا اور اُن کا نام اپنے نام پر سیبہ رکھ لیا۔ اس علاقے کی قدیم حدود تاحال قائم ہیں اور اس کو اب بھی تعلقہ سیبہ کہتے ہیں۔ ۱۸۰۸ء میں

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

چنیر کا دعوے نہ ہوگا اور تعلقۂ سندھنا کے تبادلے میں سرکار لاہور
کوئی اَور پہاڑی مقامات راجہ کو دیگی ✣

شرطِ پنجم - اس عہدنامہ کی مندرجۂ بالا شرائط پر پورا عمل درآمد رہیگا
اور فریقین کی اولاد بھی ان میں کمی بیشی کرنے کی مجاز نہ ہوگی ✣

میں قسم کھاتا ہوں اکال پورکھ جی کی - سری جوالا مکھی جی کی -
سری بابا نانک جی کی - سری گرو مہری جی کی اور سری امرتسر جی کی -
سری گرو ارجن جی کی - سری گرو گوبند سنگھ جی کی - سری بابا گرودتا جی کی -
سری انندپور جی کی کہ میں ایمانداری سے اس عہدنامہ کی تمام شرائط
کو اپنے مقدور بھر پورا کرونگا ✣

یہ سچّا قول و قرار لکھ دیا گیا ہے کہ پوری اور مکمّل سند رہے ✣
روز سہ شنبہ تاریخ ۵ ساون سمت ۱۸۶۶ بر سری جوالا مکھی جی
نوشتہ شد

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT

CSL

کو منتقل کر دینے منظور کر لئے ہیں - چنانچہ یہ عہد نامہ دستخط کر کے اور مُہر لگا کر راجہ کے حوالے کیا جاتا ہے ؛

شرطِ اوّل - ست گورو دیال جی کی مہربانی سے تمام گورکھوں کو دریائے ستلج اور جمنا کے پار بھگا دیا جائیگا ؛

شرطِ دوم - مفصلۂ ذیل علاقہ جات جو گورکھوں کے آنے سے آجتک راجہ کے قبضے سے نکل چکے ہیں ان کے واپس دلانے میں حتےّ المقدور سعی کی جائیگی :- بھروٹ - موہارا (خالصہ جی انہیں اپنے پاس نہیں رکھینگے) چوکی - کوتوال باہ - بیبہ مع چنور - گوہاساں - چرت گڈھ اور تلہٹی چندیا - اور چندو بیڑہ وغیرہ واقع ریاست منڈی ؛

شرطِ سوم - اُن علاقہ جات کا پورا مالیہ جو گورکھوں کے آنے سے پہلے راجہ کے قبضے میں تھے بلا کسی شرط کے راجہ کے استعمال کے لئے چھوڑ دیا جائیگا اور جب تک کہ راجہ جی کے لئے مذکورۂ بالا انتظام پایۂ تکمیل کو نہ پہنچے تو بھائی صاحب بھائی فتح سنگھ اہلووالیہ کا تھانہ (ماتحت فوج) قلعہ میں رہیگا - اگر بفرض محال ان مقامات میں سے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ایک یا دو مقام بھی منتقل ہونے سے رہ جائینگے تو بھی فوج خالصہ قلعہ میں رکھی جائیگی اور آخر کار وہ مقام فتح کر لئے جائینگے ؛

شرطِ چہارم - قلعہ کانگڑہ اور تعلقہ سندھتا کے علاوہ سرکار لاہور کو راجہ پر تا زیست جائداد - منصب - خدمات یا خراج وغیرہ کسی

MINISTRY OF CULTURE • GOVERNMENT OF INDIA

CSL

وارڈز نے اس کے معاملات اپنے ہاتھ میں لے لئے ہیں ٭

راجہ جے چند کی شادی راجہ بلاسپور (کہلور) کی ایک لڑکی سے ہو گئی ہے اس کی بہن مہاراجہ کشمیر کے بھائی راجہ رام سنگھ سے بیاہی ہوئی ہے۔ اور ماں متوفی راجہ سرمور کی بہن ہے ٭

جاگیر لمبا گراؤں کا جبکہ یہ کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں تھی سرسری بندوبست ہوا تھا جس میں راجہ اپنی جاگیر کی اراضیات کا تعلقدار یا ایک اعلےٰ پروپرائٹر مانا گیا تھا۔ ۱۸۹۲ء میں جاگیر مذکور کا قانونی بندوبست ہوا اور اس میں جاگیر دار پر واجب الادا مالیہ ۴۲۸۶۴ روپیہ اور تعلقداری مواجب ۴۹۸۶ روپیہ یعنی کل ۴۷۸۶۱ روپیہ تشخیص کیا گیا۔ مالیہ کی رقم میں ۵۰۰۰ روپیہ کا وہ وظیفہ بھی شامل ہے جو راجہ جے چند کے والد کے زمانے میں راجہ کے چھوٹے بھائیوں کیرت چند اور اودے چند کے گذارے کے لئے جو اب فوت ہو چکے ہیں دیا گیا تھا۔ ان کے لڑکے اب وہی وظیفے لیتے ہیں جو کیرت چند اور اودے چند کے لئے مقرر کئے گئے تھے ٭

راجہ جے چند کا نہ تو کوئی لڑکا ہے اور نہ کوئی بھائی ٭

ترجمہ عہد نامہ مورخہ ۵ ساون سمبت ۱۸۶۶ مطابق ۱۸۰۹ء مابین

مہاراجہ رنجیت سنگھ والئِ لاہور و راجہ سنسار چند والئِ کانگڑہ

(رنجیت سنگھ کی مہر) (اصلی دستخط بحروف گورمکھی)

ایک معاہدہ اور عہد راسخ راجہ سنسار چند سے کیا جاتا ہے جس نے قلعہ کانگڑہ اور سندھنا کا علاقہ مفصلۂ ذیل شرائط پر سلطنت لاہور

CSL

جب جے چند موجودہ راجہ اپنے باپ کا جانشین ہوا تو صرف
دو سال کا تھا۔ اس کی جاگیر کورٹ آف وارڈز نے اپنے اہتمام میں
لے لی اور پرانے قرضے صاف کر دئے گئے۔ یہ راجہ اب لمباگراؤں میں
رہتا ہے جو اس کے آبا و اجداد کے قدیم وطن سے چند میل کے فاصلے
پر دریائے بیاس کے دہنے کنارے پر ایک خوش منظر جگہ ہے۔
اس نے اجمیر کے چیف کالج میں تعلیم پائی ہے۔ اور زبان انگریزی
میں نہایت روانی کے ساتھ تحریر اور تقریر کر سکتا ہے اور اسے شکار
اور ورزش جسمانی کا بہت شوق ہے۔ جنوری ۱۸۹۸ء میں اسے
۳۷ ڈوگرا فوج میں اعزازی طور پر میجر کا عہدہ بھی دیا گیا تھا۔ نیز
مجسٹریٹ درجۂ اوّل اور منصف درجہ اوّل کے اختیارات حاصل ہیں
جن کو وہ اپنی جاگیر کی حدود کے اندر استعمال کرتا ہے اور ڈسٹرکٹ
بورڈ کا ممبر بھی ہے۔ راجہ جے چند ضلع کانگڑہ کا دوسرا پراونشل
درباری ہے۔ اس نے ہزارہ اور چترال کی لڑائیوں میں حصہ لیا اور
دونوں مواقع پر تمغے حاصل کئے۔ سنہ ۱۹۰۳ء میں اسے لیجسلیٹو کونسل
پنجاب کا ممبر مقرر کیا گیا اور ہز اکسیلینسی وائسرائے کی لیویوں کے
موقع پر بلائے جانے کا اعزاز حاصل ہوا اور متبنے کر لینے کے اختیارات
دئے گئے۔ سنہ ۱۹۰۸ء میں اسے خاندان کا سرکردہ ہونے کی حیثیت سے
موروثی عزت کے طور پر خطاب راجہ عطا ہوا۔ اس کے چچازاد بھائی
میاں جگروپ چند اور میاں دلجیت چند بھی پراونشل درباری ہیں۔
دلجیت چند کمزور طبیعت کا آدمی ہے اس نے اپنی میراث سب تباہ
کر دی ہے اور بہت سے قرضے چڑھا رکھے ہیں بایں وجہ کورٹ آف

مفسدے کے دوران میں اس کا برتاؤ سرکار انگریزی سے ناقابلِ مواخذہ رہا اس نے نہ صرف پرمودھ چند اپنے بہکے ہوئے رشتہ دار کے ساتھ ملنے ہی سے انکار کیا بلکہ جان لارنس صاحب بہادر کمشنر کو پہاڑی علاقہ کی پھیلی ہوئی شورو شر کی اطلاع دینے اور بلوے کے خطرہ سے آگاہ کرنے کے لئے جالندھر بھی گیا ۔

۱۸۵۱ء میں لدھر چند کا انتقال ہوا اور اس کا بیٹا پرتاب چند جانشین ہوا۔ دوسرے سال جلاوطن رئیس پرمودھ چند کی وفات پر اس کو راجہ بنا دیا گیا اور کٹوچ راجپوتوں کا سردار تسلیم کیا گیا۔ اس موقع پر سرکار نے عطیوں پر معمولی قانونِ وراثت کا اطلاق اٹھا دیا اور یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ ان پر ایک ہی لڑکا قابض ہوا کرے یہ ایک بڑی مفید تجویز تھی کیونکہ اسی سے سرداری کا اصول قائم رہ سکتا تھا۔ اسکے تھوڑے عرصہ بعد تمام راجگان کانگڑہ نے اس تجویز کو منظور کر لیا اور اپنے ہر قسم کے ارضی حقوق بھی اس میں شامل کر دئے اور وہ اس بات کو فوراً سمجھ گئے کہ صرف اسی اصول سے اُس حکومت اور عظمت کا کچھ نشان جو اُن کے بزرگوں کو حاصل تھی باقی رہ سکتا ہے۔ پرتاب چند کے چھوٹے بھائیوں کیرتھ چند اور اودے چند نے اُس انتظام کے رو سے جو اپنے طور پر کیا گیا تھا جاگیر کے حصص کے عوض ۳۰۰۰ اور ۲۰۰۰ کا سالانہ وظیفہ فرداً فرداً حاصل کیا ۔

راجہ پرتاب چند کی طبیعت کا میلان فضول خرچی کی طرف تھا اور روپے پیسے کے معاملہ میں یہ بڑا لاپروا تھا چنانچہ ۱۸۶۴ء میں اس کی وفات پر معلوم ہوا کہ اس کی مالی حالت اچھی نہیں ۔

۱۸۴۸ء کے اخیر میں اس کے ارادے صاف ظاہر ہو گئے - یہ محل موری
سے آگے بڑھا اور رعیۃ اور ابھیمان پور کے قلعوں پر جو پاس ہی تھے
قبضہ کر لیا رعایا پر یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ اُن کے حقیقی راجہ نے
پھر اپنے ملک پر تسلط کر لیا ہے توپوں کی سلامی سر کی گئی حاکم ضلع
نے ہر ایک طرح سے کوشش کی کہ نوعمر راجہ اپنی نادانی کو چھوڑ کر
ہوش میں آجائے اور یہاں تک کہا کہ اگر وہ اپنی فوج کو موقوف کر کے
چپ چاپ اپنے گھر چلا جائیگا تو سرکار سے معافی دلادی جائیگی مگر
راجہ نے ان نیک صلاحوں کو نہ مانا اور ۳ دسمبر کو یہ خبر ملی کہ ۸۰۰
کٹوچوں کی ایک فوج سرکار انگریزی کی اُس فوج پر جو تیرہ سے تقریباً
۱۰ میل پر مقام کئے ہوئے ہے حملہ کرنے کے ارادے سے دریا پار
ہوئی ہے پھر تھوڑے عرصہ کے بعد ہی باغی ایک چوڑے نالے
کے مقابل کے کنارے پر نظر آئے ان پر تاک کر ایک باڑھ ماری
گئی جس سے اُن کا سردار زخمی ہو گیا اور تھوڑے سے مقابلہ کے
بعد اُن کو پسپا ہونا پڑا ان کا تعاقب تیرہ کی دیواروں تک کیا گیا اور
پرمودھ چند کو قید کر کے الموڑا میں جلاوطن کیا گیا جہاں وہ تین سال
بعد نرینہ اولاد چھوڑنے کے بغیر فوت ہو گیا - جلیل القدر راجہ سنسار چند
المتوفی کی نرینہ اولاد میں یہی بدنصیب آخری راجہ تھا ٭

جب ملک انگریزوں نے لے لیا تو کٹوچ خاندان کی چھوٹی شاخ
کا سرکردہ لُدھر چند تھا - اس کی ۳۵۵۹۸ روپیہ کی جاگیر اس کے
نام مستقل ہو گئی اور یہ قرار پایا کہ یہ اسی خاندان میں رہیگی اور اہل ہنود
کے قانون وراثت کے بموجب ورثا کو پہنچا کریگی - ۱۸۴۸ و ۴۹ء کے

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

کے قلعوں پر جو کسی زمانے میں انہی کے خاندان کی ملکیت تھے حملہ کر کے فتح کر لیا۔ بعد ازاں بھٹیار اور کروٹ واقع علاقہ پالم اور قلعہ جات سولہ سنگھی اور چوکھی واقع علاقہ نادون پر قبضہ کر لیا۔ راجہ کٹلھر نے چوکی کا علاقہ چھین کر اپنے قبضے میں کر لیا ؛

سرکار انگریزی نے رنبیر چند کو محل موری کی جاگیر کا قبضہ مستقل طور پر دیدیا اور جتنے اخراجات لڑائی میں ہوئے تھے وہ سب بھر دئے۔ رنبیر چند سنہ ۱۸۴۷ء میں فوت ہوا اور جاگیر اُس کے بھائی پرمودھ چند کو مل گئی ؛

راجگان کانگڑہ اور ستلج پار کے پہاڑی راجگان کی حالت میں بڑا فرق پڑ گیا۔ کیونکہ کانگڑے کو جو سرکار انگریزی نے گورکھوں کے پنجے سے چھڑا کر اسے وہاں کے ہی رئیسوں کو دے دیا اور سب کو خود مختار ہی رہنے دیا۔ تو اس فیاضی کا حال سُن کر ستلج پار کے معزول شدہ راجگان بھی بڑے شوق سے نئی حکومت کی آمد کا انتظار کرنے لگے مگر جب اُن کو یہ معلوم ہوا کہ انگریز ستلج پار کا مفتوح ملک اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں تو وہ نہایت مایوس اور متردد ہوئے اور اس مایوسی کا خیال ایسا قوی تھا کہ انگریزوں اور سکھوں میں جو لڑائی سنہ ۱۸۴۸-۴۹ء میں ہوئی اس کے دوران میں کانگڑہ کے تین رئیس بالکل باغی ہو گئے سکھوں نے پہاڑی راجاؤں کو بغاوت کے لئے اکسانے کی غرض سے خفیہ ایلچی بھیجے اور وعدے کر لئے کہ لڑائی میں کامیابی ہوئی تو وہ اُن کی موروثی ریاستیں واپس دے دینگے۔ پرمودھ چند بھی اُن میں سے تھا جنہوں نے سکھوں کا کہنا مان کر اُن کو مدد دینے کا وعدہ کیا تھا

تھا اور یہ خیال کرکے کہ مہاراجہ سے مقابلہ کرنا بے وقوفی ہے اپنے کنبے کے سارے آدمیوں کو ہمراہ لے چپ چاپ گھر سے نکل کھڑا ہوا اور ستلج عبور کرکے سرکاری علاقہ میں پناہ گزین ہوگیا۔ رنجیت سنگھ کو اپنے حکم کی اس خلاف ورزی سے غصہ تو بہت آیا مگر راجہ کی جان اور عزت اب محفوظ تھی تاہم اُس کے ملک کو سکھوں نے خالصہ حکومت میں شامل کرلیا۔

راجہ انرودھ چند نے اپنی پسندیدہ خلوت گاہ یعنی ہردوار پہنچنے کے تھوڑے عرصے بعد اس لڑکی کی شادی جو اس کے تمام ادبار ومصائب کا باعث ہوئی تھی سدرشن شاہ راجہ گڑھوال کے ساتھ کردی۔ انرودھ چند جلاوطنی ہی میں مرض فالج میں مبتلا ہوکر مرگیا اور اس کے بیٹے رنبیر چند نے کوہ شملہ کے قریب بھاگل کے راجہ کے ہاں پناہ لی جس کے ساتھ وہ کئی سال تک رہا۔

آخرکار لارڈ ولیم بنٹنگ صاحب بہادر گورنر جنرل کو اس معاملے سے یک گونہ دلچسپی پیدا ہوئی اور انہوں نے راجہ کو لاہور جاکر رنجیت سنگھ سے صلح کرنے کا مشورہ دیا نیز خود بھی اس کے ساتھ ہمدردی کرنے اور مدد دینے کا وعدہ کیا۔ راجہ نے ایسا ہی کیا اور مہاراجہ سے محل موری کے پرگنہ میں جو پہلے خود اس کی اپنی ریاست میں تھا ۵۰۰۰۰ روپیہ کی مالیت کی جاگیر لینی منظور کرلی جب انگریزوں کی لاہور کی حکومت کے ساتھ لڑائی چھڑی تو رنبیر چند نے سکھوں کو وادی کانگڑہ سے نکالنے میں مقدور بھر مدد کی۔ اس نے اور اس کے بھائی پرمودھ چند نے راجپوتوں کی ایک بڑی فوج جمع کی اور ۱۸۴۶ء میں تیراہ اور رعیہ

لے لئے جو وادیٔ کانگڑہ میں تھے اور قدیم رواج کے مطابق اس قلعہ کے ضروری اخراجات کے پورا کرنے کے لئے ملے ہوئے تھے باقی کل علاقے سنسار چند کو بلا شرائط خدمات دے دئے۔* یہ واقعہ ۱۸۰۹ء کا ہے مگر اسی سال رنجیت سنگھ اپنے معاہدے سے پھر گیا اور سنسار چند کے مقبوضات کو آہستہ آہستہ دبانا شروع کیا یہاں تک کہ صرف خطاب اور ایک تھوڑی سی جاگیر اسکے پاس بھیک مانگنے سے بچانے کے لئے رہ گئی۔ راجہ سنسار چند لاہور کے ایک خوشامدی باجگزار کی ذلیل حیثیت میں آکر ۱۸۲۴ء میں مر گیا۔ اس سے ۲۰ سال پہلے وہ تمام پہاڑی ریاستوں کا راجہ راجگان اور خود رنجیت سنگھ کا مدِمقابل تھا۔ اس کا بیٹا انرودھ چند جانشین ہوا جس سے سکھوں نے ایک لاکھ روپیہ مسند نشینی کا لیا۔ ۱۸۲۷ء میں رنجیت سنگھ نے انرودھ چند کو جو اُس وقت لاہور میں تھا یہ کہا کہ وہ اپنی بہن کی شادی مہاراجہ کے وزیر دھیان سنگھ کے بیٹے ہیرا سنگھ سے کردے یہ بزدل رئیس کہ سکھوں میں گھرا ہوا تھا اور فوراً انکار کر دینے کے نتیجے سے ڈرا ہوا تھا مان گیا اور اپنے گھر واپس چلا آیا مگر اس کا منشا اس وعدے کے پورا کرنے کا ہرگز نہ تھا اور اپنے قدیم خاندان کی عزت پر دھبہ لگانے کی نسبت راج پاٹ کو چھوڑ کر جلاوطنی کی حالت میں زندگی بسر کرنے کو بہتر سمجھتا

* اس تواریخ کے اخیر پر اُس عہد نامے کی نقل دی گئی ہے جو مہاراجہ نے سنسار چند کو دیا تھا۔ یہ عہد نامہ جوالا مکھی کے متبرک مندر میں کیا گیا تھا اور خود مہاراجہ نے زعفران کے رنگ سے اس پر اپنی مُہر ثبت کی تھی +

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT

CSL

اُنہوں نے خوشی سے مدد دینا منظور کرلیا اور ستلج کے پار ہو گئے۔
پہلی لڑائی سنہ ۱۸۰۶ء میں محل موری پر ہوئی۔ جس میں کٹوچ شکست فاش
کھا کر نہایت اضطراب کے ساتھ تیراہ کی طرف بھاگ آئے۔ یہ انکے
اپنے علاقہ میں ایک محفوظ مقام تھا۔ اس کے بعد سخت بدعملی کا
زمانہ شروع ہوا۔ گورکھوں نے راجہ کے ملک کے کئی حصوں کو فتح
کر کے قبضہ کرلیا۔ اور کٹوچوں کے ہاتھ میں قلعہ کانگڑہ اور خاص ٹہ کی
بڑی گڑھیاں رہ گئیں۔ ایک فریق نے دوسرے کے مقبوضات
پر لوٹ مار شروع کردی تاکہ مدِ مقابل کی طاقت کم ہوجائے۔ رعایا تنگ
آگئی اور حیران و پریشان ہوکر پناہ کے لئے پاس والی ریاستوں میں
بھاگ گئی کچھ لوگ چمبہ چلے گئے اور کچھ جالندھر کے میدانوں میں
آگئے اور رؤسا نے جو سنسار چند کے پہلے ظلم و ستم سے برانگیختہ تھے
اس کے مقبوضات پر یورش کردی اور عام بدامنی کو بھڑکا دیا۔ آخرکار
کٹوچ راجہ نے مایوسی کی حالت میں رنجیت سنگھ سے مدد مانگی جو
فوراً مل گئی۔ سکھ لوگ کانگڑہ میں داخل ہو گئے اور اگست سنہ ۱۸۰۹ء
میں گورکھوں سے لڑائی ہوئی۔ گورکھا فوج بیماری سے بہت تکلیف
اُٹھا چکی تھی تاہم سکھوں کا دیر تک اور خوب مقابلہ کرتی رہی مگر آخرکار
قسمت نے سکھوں کا ساتھ دیا جنہوں نے فتح پر ہی قناعت نہ کی
بلکہ دشمن کو ایسا تنگ اور مجبور کرتے رہے کہ وہ دریائے ستلج کے
دائیں کنارے کے سارے اقطاع مفتوحہ سے دست بردار ہوجائیں۔
رنجیت سنگھ ایسا آدمی نہ تھا کہ اتنی بڑی مہربانی بلامعاوضہ کرتا
چنانچہ اس نے اس اعانت کے صلہ میں کانگڑہ کا قلعہ اور وہ ۶۶ گاؤں

راجہ کے پردادا کا بھائی راجہ سنسار چند کانگڑے کے راجگان میں
سب سے مشہور راجہ تھا۔ گزشتہ صدی کے شروع میں ہونے
کے لحاظ سے جس میں اس کو عروج ہوا وہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا
ہمعصر تھا۔ اس نے سکھوں کی مدد سے سیف علی کے بیٹے نواب
جیون علی سے کانگڑہ کا قلعہ لے لیا جو شہنشاہ جہانگیر نے چند پشت
پہلے راجہ چندر بھان سے فتح کیا تھا۔ سنسار چند ضلع کانگڑہ
میں بڑی جلدی زبردست ہو گیا اور جالندھر دوآب کے کئی
پرگنے مع ہوشیارپور بجواڑہ اور منڈی کٹلہر چمبہ جسوں
اور کاہلور کے حصص کے اپنے علاقے میں شامل کر لئے۔ ان سب
علاقوں کی آمدنی ۹ یا ۱۰ لاکھ روپیہ سالانہ سے کم نہ تھی۔ اس
نے ۲۰ سال تک ان پہاڑوں میں بڑی زبردست سلطنت
کی اور ایسا نام حاصل کیا جو اس کے آبا و اجداد میں کسی کو نصیب
نہیں ہوا۔ اگر وہ اپنے انہی مقبوضات پر قانع رہتا تو اپنی اولاد
کے لئے ایک بڑا ملک چھوڑتا مگر اس کی جنگجو طبیعت نے اس کا
مقابلہ ایک ایسی سلطنت سے کرا دیا جو اس سے زبردست تھی اور
جس سے یہ ایسا تباہ ہو گیا کہ پھر پنپنا ناممکن ہو گیا یعنی ۱۸۰۵ء
میں اس نے ریاست کاہلور پر حملہ کیا اور اپنے ضلع محل موری کے
ساتھ والے تعلقہ باٹی پر قبضہ کر لیا۔ راجہ کاہلور اس قابل نہ
تھا کہ اکیلا اس کا مقابلہ کرتا اس لئے اُس نے گورکھوں سے
مدد مانگی وہ پہلے ہی ستلج اور گوگیرہ کا درمیانی علاقہ جو اُن کی حد
سے ۲۰۰ میل پرے تھا تاخت و تاراج کر چکے تھے اس لئے

CSL

راجہ میجر جے چند رئیس لمبہ گڑاؤں

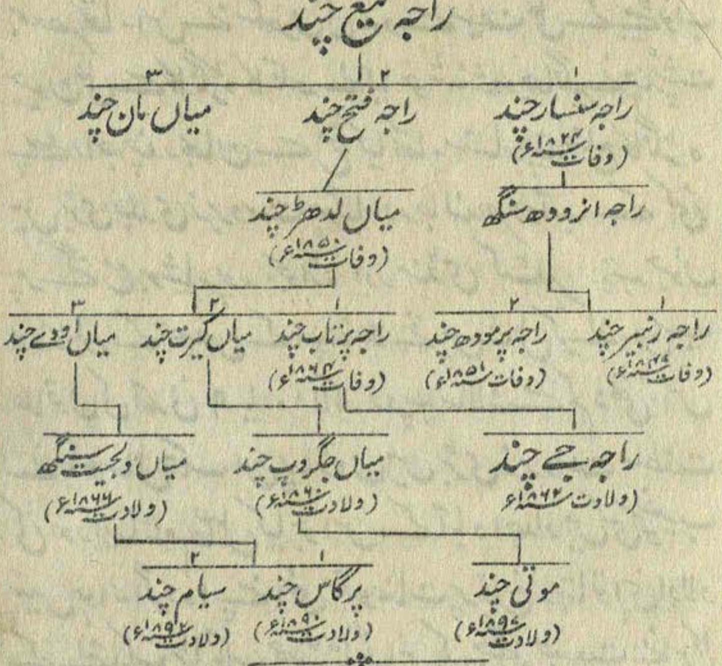

راجہ جے چند کانگڑہ کے قدیمی شاہی خاندان کی چھوٹی شاخ کا بزرگ ہے جس کی اصلیت قدامت اور گزشتہ عظمت کا حال نہایت مختصر طور پر شاخ گولیر کی تاریخ میں درج ہو چکا ہے۔ یہ شاخ تیرھویں صدی میں اصلی خاندان سے الگ ہوئی۔ راجہ جے چند کانگڑے کے سلسلۂ راجگان میں چار سو پچیسواں راجہ بیان کیا جاتا ہے ؂

اُس زمانے میں جس کا ذکر جدید تاریخ میں کیا جاتا ہے موجودہ

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

آنریبل میجر راجہ جے چند آف لمباگراؤں

The Honourable Major Raja Jai Chand of Lambagraon.

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

موجودہ راجہ جو ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے اس کا جانشین ہوا ۱۸۹۲ء کے باقاعدہ بندوبست کے بموجب یہ جاگیر ۲۴۰۰۰ روپیہ مالیہ کی ہے جس میں سے ۲۰۰۰۰ روپیہ زرعی معاملہ ہے اور ۴۰۰۰ روپیہ ۲۰ روپیہ سیکڑہ کے حساب سے تعلقداری الاؤنس۔ راجہ راگھوناتھ سنگھ ضلع کانگڑہ کا سب سے پہلا پراونشل درباری ہے اور اس کی بہن منڈی کے متوفی راجہ سے بیاہی ہوئی تھی +

ضلع کانگڑہ میں خاندان کٹوچ کے موجودہ رؤسا میں راجہ راگھوناتھ سنگھ گولیر والا راجہ جے چند لمباگراؤں والا راجہ جے سنگھ سیبہ والا اور راجہ نرندرچند نادون والا کہلاتے ہیں۔ گولیر والا خاندان عموماً گولیریا کہلاتا ہے سیبہ والا سوّیا دانارپورہ والا دووال اور جسواں والا جسوال +

ٹکا بلدیو سنگھ راجہ ٹیڑھی گڑھوال کی لڑکی کے ساتھ بیاہا ہوا ہے۔ گولیر کی جاگیر بیشمار قرضہ ہونے کی وجہ سے ۱۸۹۹ء میں کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں کردی گئی تھی اور ہزہائینس راجہ ٹیڑھی نے اس بہت قرضہ کے صاف کرنے کے لئے دو لاکھ روپیہ بلاسود قرض دے دیا تھا +

یہ جاگیر دیوانی عدالتوں کی کارروائی میں قرق ہونے سے بھی مستثنےٰ ہے +

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

ان کی اس خفت اور تنزلی کا مداوا نہ کریگی جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ہوا و ہوس سے بھری ہوئی پالیسی کی وجہ سے پیدا ہوگئی تھی۔ تاہم وہ بظاہر سرکار انگریزی کا وفادار رہا اور اس باغیانہ تحریک میں بھی شامل ہونے سے انکاری رہا جو اس کے بھائی بندوں نے الحاق پنجاب کے فوراً بعد کی تھی۔ وہ ۱۸۷۰ء میں لاولد مر گیا اسکی بیوی بھی مر چکی تھی اور چونکہ اُس سند میں جو اسے ۱۸۵۳ء میں دی گئی تھی کوئی ایسی شرط نہ تھی کہ جائداد اس کے رشتہ داروں کی طرف منتقل ہو سکتی اس لئے اس کی جاگیر ضبط ہوگئی مگر سرکار انگریزی نے ازراہِ مہربانی یہ جاگیر اس کے بھائی جے سنگھ اور جے سنگھ کے بعد اس کی وارث اولاد نرینہ کے لئے جاری کر دی کہ اس کا قبضہ محض جاگیردار کی حیثیت سے رہیگا۔ مسکرات وغیرہ پر اس کو محصول لگانے کا کوئی اختیار نہیں ہوگا اور نہ وہ اس کا دعوےٰ کر سکتا ہے کہ اختیار پولیس اور مجسٹریٹی پر اس کا کوئی حق ہے *

۱۸۷۷ء میں میاں جے سنگھ کو خطاب راجہ بطور موروثی اعزاز کے دیا گیا اور چونکہ ریاست بہت مقروض ہوگئی تھی اِس لئے گورنمنٹ نے اسے ناقابل اصلاح تنگدستی سے بچانے کے لئے راجہ جے سنگھ کی وفات کے پہلے ۸۶۰۰۰ روپیہ ۶ روپیہ سیکڑہ سالانہ سود کی شرح پر قرضہ دیا اور اس کی وصولی کے لئے ۶۰۰۰ روپیہ ششماہی کی قسط لینی منظور کی۔ اب یہ رقم پوری وصول ہوگئی ہے *

۱۸۸۴ء میں جے سنگھ کی وفات پر اس کا بیٹا راگھوناتھ سنگھ

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

GSL

فوج عارضی طور پر لیکر مقامی مقابلے کے خطرے کو کم کر دیا اور لاہور میں راجہ کی موجودگی کا یہ فائدہ اُٹھایا کہ اس کو اپنی زبردست سلطنت کے بالکل تابع فرمان ہونے پر مجبور کیا اور اس کے معذرت کرنے پر یہ دھمکی دی کہ جب تک وہ اطاعت پر راضی نہ ہوگا اسے رہائی نہ دی جائیگی - راجہ کو اپنی آزادی اور رہائی حاصل کرنے کی خاطر مجبوراً مہاراجہ کی بات ماننی پڑی مگر رہا ہوتے ہی اس نے اپنی جاگیر کی ضبطی کا جھگڑا شروع کر دیا اور ۲۰۰۰۰ روپے کی رقم لینے سے جو اس کے گزارے کے لئے مقرر کی گئی تھی انکار کر دیا اور آخرکار یہ وظیفہ راجہ کے خاندان کی رانیوں کے خرچ کے واسطے مقرر کیا گیا - جب ملک سرکار انگریزی کے قبضے میں آیا تو یہی ۲۰۰۰۰ روپیہ کی جاگیر بھوپ سنگھ کے بیٹے شمشیر سنگھ کے نام کر دی گئی جو ۱۸۲۰ء میں اپنے باپ کی جگہ خطاب یافتہ رئیس تھا - اس جاگیر میں ۷۰ سے زیادہ گاؤں تھے اور اس کا مالیہ دو قطعات معافی اور ۳ باغات کی آمدنی کے ساتھ جو تعلقات نند پور اور ہری پور میں تھے تخمیناً ۲۰۷۱۱ روپیہ تھا نیز مسکرات پر محصول لگانے کا حق بھی راجہ ہی کے ہاتھ میں تھا۔

شمشیر سنگھ کانگڑہ کے پرانے راجپوت رئیسوں میں سے تھا - یہ ایک اکھڑ ناتعلیم یافتہ سپاہی تھا اور اپنی دیانت داری اور راستبازی کے سبب مشہور تھا سکھوں کی پہلی لڑائی کے موقع پر اس نے اپنی فوج کو جمع کیا اور سکھوں کو ہری پور سے جو اس کی ریاست میں ایک محفوظ جگہ تھی نکال دیا - شمشیر سنگھ بھی گو ان راجپوت رئیسوں میں سے تھا جو یہ دیکھ کر مایوس ہو گئے تھے کہ انگریزوں کی عظمت بھی

CSL

جو ابھی تک اس خاندان میں ایک عزیز الوجود شے کی حیثیت سے موجود ہیں عطا کئے تھے *

راجہ مان سنگھ جس نے سترھویں صدی کے پہلے نصف حصہ میں عروج پایا مغل بادشاہوں کی عنایت کا خواستگار رہا اُنھوں نے اسے ایک مہم پر قندھار بھیجا جس میں وہ ناکام رہا۔ اس کے بعد وہ اورنگ زیب کی طرف سے جگت چند راجۂ نورپور کی گوشمالی پر مامور ہوا جس سے کوئی بات خلاف وابِ شاہی سرزد ہوئی تھی شہنشاہ شاہ جہاں نے مان سنگھ کو شیر افگن خطاب دیا اور کانگڑہ کے راجاؤں کا سردار مقرر کیا۔ راجہ بکرام سنگھ نے اورنگ زیب کے ہاں ملازمت کرلی جس نے اسے ایک لڑائی پر کابل سے پرے بھیجا جہاں وہ مرگیا۔ بکرام سنگھ اپنی شہ زوری کے لئے مشہور ہے گولیر کے مورخ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک اخروٹ کو اپنی اُنگلیوں میں دبا کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا کرتا تھا *

راجہ بھوپ سنگھ نے جس کے زمانے میں سکھ لوگ نمودار ہونے شروع ہوگئے تھے کٹوچوں کے ساتھ لڑکر اور ان پر فتح حاصل کر کے نام پیدا کیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ پہلے پہلے اس کی عزت کرتا تھا اور اسکو باوا کہا کرتا تھا مگر سنہ ۱۸۱۲ء میں رنجیت سنگھ نے اس کا ملک جو ۹۰۰۰۰ روپیہ سالانہ کی مالیت کا تھا چھین لیا اور اسے معزول کر کے پہلی مالیت کے چوتھے حصّے سے بھی کم کی مالیت کی جاگیر حوالے کی یہ کارروائی مہاراجہ کی چال سے ہوئی جو خالی از اعتراض نہ تھی۔ مہاراجہ نے بھوپ سنگھ سے راجپوت سپاہیوں کا ایک بروست دستہ

زندوں کی فہرست سے خارج سمجھ لیا گیا تھا اور ایک اور شخص اسکی جگہ حکومت کر رہا تھا۔ اس کے کانگڑہ جانے پر ضرور ہلچل مچ جاتی اس لئے اس نے ازراہِ فراخ دلی موروثی حقوق کا دعوے ہی ترک کر دینے کا عزم کر لیا۔ گولیر کے سامنے بان گنگا کے کنارو پر ایک مقام منتخب کر کے اس نے ایک قلعہ اور قصبہ بنایا جس کا نام اپنے نام پر ہری پور رکھا اور ایک الگ ریاست کا صدر مقام قرار دیا اس طرح پر بڑا بھائی ایک چھوٹے پیمانے میں ہری پور میں حکومت کرنے لگا اور چھوٹا کٹوچ خاندان کی گدی پر بغیر کسی اصلی حق کے بیٹھا فرمانروائی کرتا رہا۔

ہری چند کے زمانے سے لیکر آج تک ۲۶ پشتیں گزر چکی ہیں مگر اس کی پرانی ریاست کی وسعت اُتنی ہی ہے جتنی کہ پہلے تھی صرف دتارپور کا علاقہ اس سے نکل کر ہوشیار پور کے ضلع سے متعلق ہو گیا ہے اور صرف ٹپا گھگھوٹ جو پہلے جسواں کا علاقہ تھا اس میں شامل ہو گیا ہے اس کمی اور بیشی کو نظرانداز کر کے کانگڑہ کے نقشہ کو دیکھیں تو موجودہ ڈیرہ تحصیل کا علاقہ وہی ہری پور کا علاقہ ہے جو ہری چند کے وقت میں تھا۔

اب مقابلۃً تاریخ جدید کے رو سے دیکھا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ گولیر کا راجہ روپ چند راجگان جسوال اور مانکوٹیہ کے مغلوب کرنے میں جو کٹوچوں کے ساتھ مل کر بادشاہ دہلی سے باغی ہو گئے تھے شاہجہان کا طرفدار ہو گیا تھا اور اس امداد کے صلہ میں شاہنشاہ نے اسے بہادر کا خطاب ایک معزز خلعت اور دو اسلحہ

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

CSL

بنیاد اسی خاندانِ کٹوچ سے نکلی ہے۔ سعدو راجپوتوں کی برادری اور ان کے سات راؤ یا رئیس جو اونا اور روپڑ کے درمیان وادیِ جسواں میں آباد ہیں اپنے آپ کو اس خاندان سے بتاتے ہیں اور اندوریا راجپوتوں کی وہ آبادی بھی جو ضلع کانگڑہ کی پرلی حد پر واقع ہے اسی پر نازاں ہے کہ ان کا بزرگ ایک کٹوچ مہاجر تھا۔ قدیم ترین کاغذات میں بھی کٹوچ کو ایک برسرِ عروج طاقت لکھا ہے لیکن ان کے علاوہ علاقۂ ہری پور کے کانگڑہ سے علیحدہ ہونے کی حکایت بھی قابلِ اعتماد شمار کی جاسکتی ہے۔ جس کو تمام متعلقہ راجپوت تک بے کم و کاست صحیح جانتے ہیں۔ یہ قصہ یوں ہے کہ کانگڑہ کا راجہ ہری چند ایک دفعہ موضع ہرسار کے گرد و نواح میں جو ریاست گولیر میں ایک گاؤں ہے اور جس میں اس وقت تک گھنا جنگل ہونے کے سبب سے قسم قسم کے شکاری جانور ملتے ہیں شکار کھیلتا ہوا سوءِ اتفاق سے ایک خشک کنوئیں میں جا پڑا اس کے ہمراہیوں کو اس بات کی خبر نہ ہوئی اور وہ بڑی تلاش و جستجو کے بعد مایوس ہو کر کانگڑہ واپس چلے آئے۔ یہ یقین کر کے کہ راجہ کسی شکاری جانور کا شکار ہو گیا اس کی گم گشتگی پر وہی غم و افسوس کیا گیا جو کسی کی موت پر کیا جاتا اور اس کا بھائی کرم چند گدی پر بیٹھ گیا۔ مگر ہری چند ابھی تک زندہ تھا۔ کئی دن کے بعد کچھ گڈریوں نے اسے کنوئیں میں دیکھا اور باہر نکالا۔ انہی سے اس نے اپنے بھائی کے گدّی پر بیٹھ جانے کا قصہ سنا اس وقت وہ سخت مذبذب حالت میں تھا کیونکہ اس کا نام

چھوٹی ریاستوں میں کانگڑہ کی ریاست سب سے زیادہ پرانی اور سب سے زیادہ زبردست تھی۔ مقامی روایات کے بموجب خاندانِ کٹوچ یعنی رئیسان کانگڑہ کا گھرانا انسان کی نسل سے نہیں ہے۔ بلکہ بھوم چند جو سب سے پہلا راجہ تھا ایک دیوی کے آبرو کے پسینے سے جس کا مندر کانگڑہ میں تھا پلا پلایا پیدا ہو گیا اور ایک ایسی شاخ کا بزرگ ہوا جس میں پانچسو راجہ ہوئے۔ اس ریاست کا قدیم نام ترِی گارٹ تھا جو صریحاً اس غرض سے رکھا گیا ہے کہ اس خاندان کو ان شہزادگان سے ملا دیا جائے جن کا ذکر مہابھارت میں آیا ہے +

مقامی روایات گو فخر آمیز اور باطل ہوں مگر کٹوچ رئیسوں کی قدامت میں کسی کو کلام نہیں۔ سکندر کے یونانی مورخوں نے مسیح سے ۳۰۰ سے زیادہ سال پہلے "شمالی پنجاب کے پہاڑی راجگان" کا حوالہ دیا ہے اور تاریخ فرشتہ والے نے جہاں قنوج کے ایک قدیم فرمانروا کا جس نے کماؤں سے کشمیر تک سارا پہاڑی علاقہ فتح کر لیا تھا اور ۵۰۰ چھوٹے راجاؤں کو مطیع کر لیا تھا بیان لکھا ہے وہیں راجۂ کوٹ کانگڑہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ فرشتہ نے جس فاتح فرمانروا کا حال لکھا ہے اس کا عروج معتبر تاریخ کے زمانے میں یعنی قریباً سمت ۱۹ بکرمی یا آج سے ۱۹۰۰ سال پہلے ہوا ہے۔ مزید برآں خاندان کٹوچ کا قدیم ہونا اس کی بہت سی شاخوں اور اسکی وسعتِ ملک سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ ستلج سے راوی تک نیرین پہاڑیوں میں شاید ہی کوئی معزز گھرانا ہو گا جو کٹوچ خاندان سے منسوب نہ ہو۔ چار خود مختار ریاستوں جسوان ہری پور سیبہ اور دتار پور کی

CSL

ضلع کانگڑہ

راجہ راگھوناتھ سنگھ گولیریا

گوردھن سنگھ
(وفات سنہ ۱۷۷۳ء)

پرکاش چند — پراکرم چند

(پرکاش چند کے فرزند)
بھوپ سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۲۰ء)

راجہ شمشیر سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۷۴ء)

راجہ جے سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۸۴ء)

راجہ راگھوناتھ سنگھ
(ولادت سنہ ۱۸۶۰ء)

ہردت سنگھ
(وفات سنہ ۱۹۰۰ء)

(راجہ راگھوناتھ سنگھ کے فرزند)
ٹکا بلدیو سنگھ
(ولادت سنہ ۱۸۸۴ء)

(ہردت سنگھ کے فرزند)
بھگونت سنگھ
(ولادت سنہ ۱۸۹۳ء)

چیت سنگھ
(ولادت سنہ ۱۸۹۴ء)

(ٹکا بلدیو سنگھ کے فرزند)
ایک فرزند (ابھی نام نہیں رکھا گیا تھا)
(وفات سنہ ۱۹۰۶ء)

قدیم زمانے سے کانگڑہ کے پہاڑ ہندو اقوام سے آباد ہیں جو
اپنے ہی راجاؤں کے زیر حکومت رہتے چلے آئے ہیں۔ ان چھوٹی

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

خدمات معاف کیا گیا ٭

سردار جواہر سنگھ پراونشل درباری اور آنریری مجسٹریٹ درجہ سوم ہے ٭

CSL

جائداد پر قبضہ حاصل کیا۔ مہتاب سنگھ کا خلف اکبر جودھ سنگھ جو اس کے بعد جائداد کا مالک ہوا تھا ۱۷۹۶ء میں مرہٹوں کے ساتھ لڑتا ہوا بیانہ میں مارا گیا۔ مہتاب سنگھ کی بیوگان میں سے ایک بیوہ مسمات گوراں جائداد پر قابض ہو گئی۔ کچھ مدت بعد جودھ سنگھ کے چھوٹے بھائی رتن سنگھ نے مسمات مذکور کے دعوے پر جھگڑا کیا اور ڈیرا اور ٹنڈوالہ اس سے چھین لئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ رتن سنگھ نے یہی گاؤں سردار بھنگا سنگھ تھانیسر کے زبردست رئیس کو حفاظت کے معاوضے میں دئے تھے اور انکے تبادلہ میں موضع تلھیڑی بھنگا سنگھ نے اس کو دے دیا تھا۔ ۱۸۳۳ء میں مسمات گوراں کی وفات پر ساری جائداد رتن سنگھ کو دے دی گئی۔ بعد ازاں یہی جائداد رتن سنگھ کے پوتے تلوک سنگھ اور پڑپوتے نینا سنگھ نے آپس میں تقسیم کر لی۔ آخر الذکر ۱۸۹۳ء میں لاولد فوت ہوا اور ۱۹۰۵ء میں تلوک سنگھ کی وفات پر اس کا اکلوتا بیٹا جواہر سنگھ موجودہ سردار جاگیر کا واحد مالک تسلیم کیا گیا۔ اس سردار نے اب ایک تمسک کر دیا ہے جس کے رو سے قاعدۂ خلف اکبری اس کے خاندان میں رائج ہو گیا ہے۔

اس خاندان کی جاگیر میں آٹھ گاؤں ہیں جن میں سے سات تو تحصیل جگادھری میں ہیں اور ایک انبالہ میں۔ ان سب کا مالیہ ۵۳۳۶ روپیہ ہے جن پر ۲ آنہ فی روپیہ جاگیردار کو بطور معاوضہ خدمات دینا پڑتا ہے۔ ایام غدر میں سرداران مصطفےٰ آباد نے جگادھری میں خدمات پولیس کے لئے تھوڑے سے سوار اور پیادے رکھے۔ ان کی ان خدمات کے صلہ میں ایک سال کا معاوضہ

سردار جواہر سنگھ رئیسِ مصطفےٰ آباد

دنا
(وفات ۱۷۶۲ء)

۱ دیسو سنگھ (وفات ۱۷۷۵ء) — ۲ ملی (وفات ۱۷۷۱ء)

مہتاب سنگھ
(وفات ۱۷۹۶ء)

۱ جودھ سنگھ (وفات ۱۷۹۶ء) — ۲ رتن سنگھ (وفات ۱۸۴۳ء)

۱ دیوا سنگھ (وفات ۱۸۶۲ء) — ۲ گورسرن سنگھ (وفات ۱۸۷۵ء)

۱ سردار تلوک سنگھ (وفات ۱۹۰۵ء) — ۲ سندر سنگھ (وفات ۱۸۸۹ء) — ۳ کاہن سنگھ (وفات ۱۸۷۱ء)

سردار جواہر سنگھ (ولادت ۱۸۷۸ء) — نینا سنگھ (وفات ۱۸۹۳ء)

جب ۱۷۶۳ء میں سکھوں نے حملہ کیا تو دیسو سنگھ دلہ والا نے جولال پور نزد ترن تارن کا جاٹ تھا مصطفےٰ آباد اور چند گرد و نواح کے مواضعات پر جو اب تحصیل جگادھری میں اور ڈیرا وٹنڈ والہ جو ضلع انبالہ میں ہیں قبضہ کرلیا۔ یہ شخص ۱۷۷۵ء میں چندوسی کی لڑائی میں مارا گیا اور اس کا بھتیجا مہتاب سنگھ جانشین ہوا جس نے تمام

ضلع انبالہ

CSL

اوتار سنگھ کی بیوہ نے ایک لڑکا مسمی امراؤ سنگھ پیش کیا اور بیان کیا کہ یہ سردار کی وفات کے بعد پیدا ہوا ہے مگر گورنمنٹ نے اسکے تسلیم کرنے سے انکار کیا اور حکم دیا کہ جاگیر منولی سرداران گھنولی بھرت گڑھ اور کنڈولہ کے درمیان تقسیم کردی جائے۔ اس پر سردارنی نے دیوانی مقدمہ کھڑا کیا جس کا فیصلہ ڈسٹرکٹ جج انبالہ نے ۱۹۰۸ء کے شروع میں اس کے برخلاف دیا جس کی اپیل اب سردارنی نے چیف کورٹ میں دائر کر رکھی ہے ٭

سردار ہربنس سنگھ کنڈولہ والا ۱۹۰۲ء میں فوت ہوا اسکا نابالغ لڑکا بھگوان سنگھ ایچیسن کالج لاہور کا طالب علم ہے اور اس کا جاگیر کنڈولہ کا حصہ کورٹ آف وارڈز کے زیر انتظام ہے ٭

دوندر سنگھ رگھبیر سنگھ نرندر سنگھ اور شیو نرائن سنگھ پسران اُتم سنگھ اور شیو کرپال سنگھ و شیو سرن سنگھ پسران پرتاب سنگھ سرداران گھنولی۔ بھگوان سنگھ اور بھولا سنگھ سرداران کنڈولہ۔ رندھیر سنگھ سردار بھرت گڑھ کہلاتے ہیں۔ رندھیر سنگھ آنریری مجسٹریٹ اور پراونشل درباری ہے اور سرداران دوندر سنگھ اور شیو کرپال سنگھ ڈویژنل درباری ہیں ٭

تمام جاگیروں کی کُل مالیت ۶۹۳۱۶ روپیہ سالانہ ہے جو تحصیل کھرڑ کے ۲۴ اور تحصیل روپڑ کے ۵۷ مواضعات سے آتی ہے۔ اس کے علاوہ شاخ منولی بہت سی زمین اور مکانات کی مالک ہے۔ یہ ملکیت کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں ہے ٭

شامل ہیں۔ سردارِ منوٗلی اس ساری قوم کا جس کے قبضہ میں ۸۰۰۰۰ روپیہ سالانہ مالیت کی جاگیر واقع تحصیلات کھرڑ اور روپڑ تھی خطاب یافتہ سرکردہ مانا جاتا تھا۔ خاندان کی باقی شاخوں کے قبضہ میں مختلف جاگیریں ہیں جو بھڑیلی بُنگہ گھنوٗلی بھرت گڑھ اور کنڈولہ کے نام سے مشہور ہیں مگر چونکہ سردار بھڑیلی کے علاوہ تمام سردار اس بدھ سنگھ کی اولاد ہیں جس کا قبضہ ۱۸۰۹ء میں ان جاگیروں پر تھا اس لئے خاندان کی کسی شاخ کے سردار کے لاولد فوت ہونے کی صورت میں باقی شاخوں کے سرداروں کو اس کی وراثت کا حق حاصل ہے۔

۱۸۰۹ء سے ۱۸۴۷ء تک یہ خاندان سرکار انگریزی کے زیر سایہ خودمختار رہا مگر اگلے ہی سال اس عام اعلان کے رو سے جو سکھوں کی پہلی لڑائی کے ختم ہونے پر جاری کیا گیا تھا اسکی حیثیت گھٹا کر معمولی موروثی جاگیرداروں کی سی کردی گئی تھی۔ افسوس یہ ہے کہ اُنیسویں صدی کے اخیر نصف حصہ میں یہ خاندان اپنی بہ نسبت نیکیوں کے زیادہ تر اپنی بُرائیوں کی وجہ سے مشہور رہا ہے۔

اس خاندان کے سرکردگان میں سے کوئی بھی کام کا آدمی نہیں ہوا اور مُختلف بدعنوانیوں کے باعث یہ لوگ یکے بعد دیگرے بے وقت موت کا شکار ہوتے رہے ہیں۔ ۱۸۹۰ء میں شاخ بُنگہ بالکل معدوم ہوگئی اس کی نصف جاگیر تو سردارانِ گھنوٗلی کو مل گئی ایک تہائی حصہ کنڈولہ والوں کے پاس چلا گیا اور چھٹا حصہ شاخ بھرت گڑھ میں آ گیا۔

سردار اوتار سنگھ منوٗلی والا ۱۸۹۶ء میں اور اس کا لڑکا رگھبیر سنگھ جو اس کا جانشین ہوا تھا ۱۹۰۴ء میں فوت ہوئے۔ سردار

CSL

سردار دوندر سنگھ رئیس گھنولی

خوشحال سنگھ
(وفات ۱۷۹۵ء)

1 سدھ سنگھ (وفات ۱۷۹۶ء)
2 بدھ سنگھ (وفات ۱۸۱۶ء)

1 امر سنگھ
2 بھوپال سنگھ (وفات ۱۸۵۸ء)
3 لال سنگھ
4 گوردیال سنگھ (وفات ۱۸۴۳ء)
5 دیال سنگھ (وفات ۱۸۶۳ء)
6 گوپال سنگھ (وفات ۱۸۵۷ء)
7 ہردیال سنگھ (وفات ۱۸۶۴ء)

کرپا سنگھ (وفات ۱۸۴۸ء)
1 شیر سنگھ (وفات ۱۸۵۱ء)
2 رامندر سنگھ (وفات ۱۸۵۵ء)
3 اُتم سنگھ (وفات ۱۸۹۷ء)
پرتاب سنگھ (وفات ۱۹۰۳ء)
1 لہنا سنگھ (وفات ۱۸۹۶ء)
2 سنتوکھ سنگھ
3 رام نراین سنگھ
جسونت سنگھ (وفات ۱۸۵۸ء)

1 شیو کرپال سنگھ (ولادت ۱۸۶۶ء)
2 شیو سرن سنگھ (وفات ۱۸۶۹ء)
1 بچتر سنگھ (وفات ۱۸۶۶ء)
2 لچھمن سنگھ (وفات ۱۸۹۰ء)
1 بشن سنگھ (وفات ۱۸۷۹ء)
2 کشن سنگھ (وفات ۱۸۸۵ء)
3 شیر سنگھ
جے سنگھ (وفات ۱۸۸۷ء)

1 سردار دوندر سنگھ
2 رگھبیر سنگھ (وفات ۱۸۸۲ء)
3 نرندر سنگھ (ولادت ۱۸۸۶ء)
شیو نراین سنگھ (وفات ۱۸۸۷ء)
بلونت سنگھ (وفات ۱۸۹۲ء)
کاکا سنگھ (متوفی)
اوتار سنگھ (وفات ۱۸۹۴ء)

1 شیو دیو سنگھ (ولادت ۱۸۹۰ء)
2 بخشش سنگھ (ولادت ۱۸۹۴ء)
3 مہندر سنگھ (ولادت ۱۹۰۲ء)
جگیندر سنگھ (ولادت ۱۹۰۳ء)
1 جودھبیر سنگھ (ولادت ۱۸۸۶ء)
2 صورت سنگھ (ولادت ۱۸۹۹ء)
رگھبیر سنگھ (وفات ۱۹۰۲ء)
رگھبیر سنگھ (وفات ۱۹۰۲ء)

سروپندر سنگھ (ولادت ۱۹۰۵ء)
بربنس سنگھ (وفات ۱۹۰۲ء)
1 نرندر سنگھ (وفات ۱۸۸۹ء)
2 بھولا سنگھ (ولادت ۱۸۷۹ء)
3 کاکا سنگھ (وفات ۱۸۸۶ء)
1 کرپال سنگھ المعروف شمشیر سنگھ (وفات ۱۹۰۱ء)
2 رندھیر سنگھ (ولادت ۱۸۶۳ء)

بھگوان سنگھ (ولادت ۱۹۰۲ء)
شیر سنگھ (وفات ۱۸۹۶ء)
1 جگیندر سنگھ (ولادت ۱۸۹۲ء)
2 صورت سنگھ (ولادت ۱۸۹۴ء)
3 پردمن سنگھ (وفات ۱۹۰۲ء)

مُتذکرہ بالا شجرۂ نسب میں سنگھ پوریا جَیِّد خاندان کی سربرآوردہ شاخیں

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

CSL

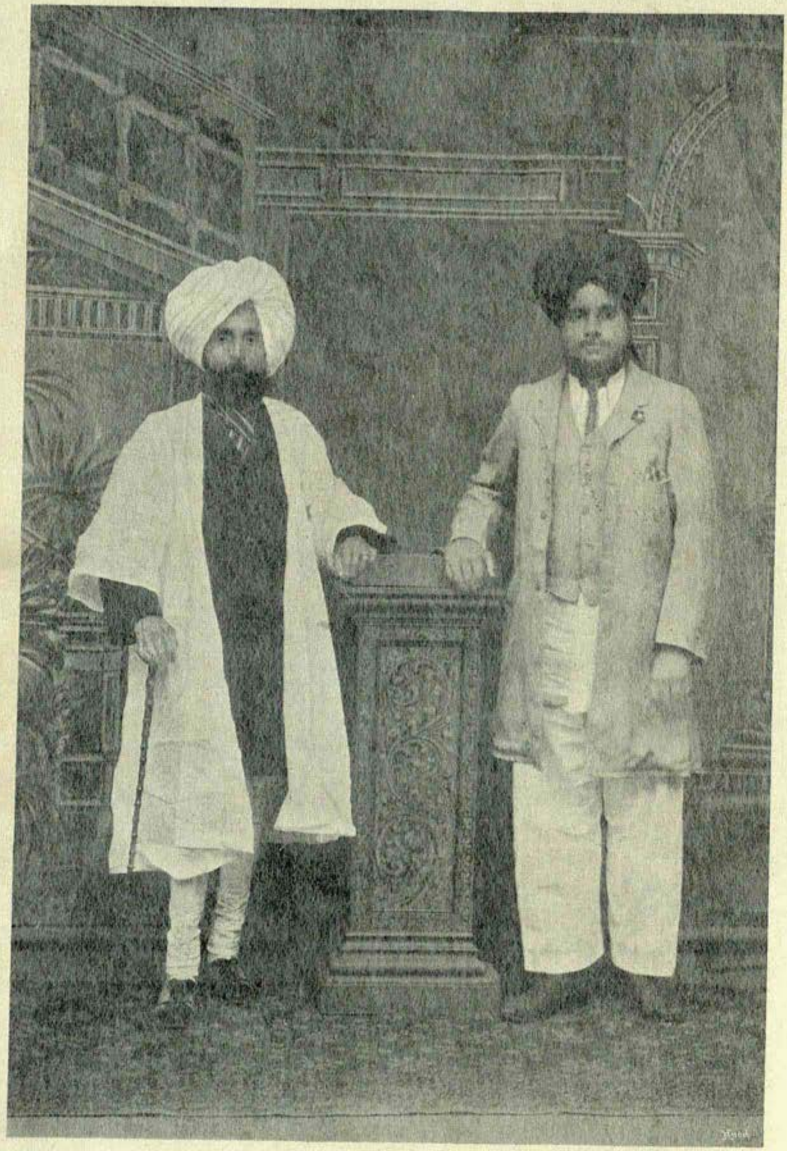

سردار رندھیر سنگھ رئیس بھرت گڑھ

Sardar Randhir Singh of Bharatgarh

صورت سنگھ

Surat Singh

MINISTRY OF CULTURE • GOVERNMENT OF INDIA

سردار دیوندر سنگھ رئیس گھنولی

Sardar Devindar Singh of Ghanauli.

سمجھا جاتا ہے۔ یہ شکار کا بہت شوقین ہے اور اس نے شہزادپور میں بہت سے شکاری گھوڑے جمع کر رکھے ہیں۔ اس خاندان کا سرکردہ ہونے کی حیثیت سے ضلع انبالہ کے پراونشل درباریوں میں اس کی جگہ دوسرے نمبر پر ہے اور اسے ۱۸۹۱ء میں سی آئی ایس کا خطاب عنایت ہوا ہے۔ گورنمنٹ کے مراسلوں میں اسے "سردار صاحب مہربانِ دوستان" لکھا جاتا ہے مگر زیادہ تر یہ شہید ہی کے خطاب سے مشہور ہے جس کی وجہ سے سارے پنجاب کے سکھ اسکی عزّت کرتے ہیں۔ ۱۸۷۴ء میں جیون سنگھ کی شادی متوفی مہاراجہ پٹیالہ کی ہمشیرہ کے ساتھ ہوئی اور اس تعلق سے اس کا ادب و وقار بہت بڑھ گیا۔ اس کے ایک لڑکے کی شادی متوفی مہاراجہ بھرتپور کی لڑکی کے ساتھ ہوئی ہے اور ایک لڑکی سردار بھگونت سنگھ بھڑیلی والے سے بیاہی ہوئی ہے۔ اس نے ۲۶۰۰۰ روپیہ سالانہ کی مالیت کی جاگیر تو اپنے باپ سے ورثہ میں پائی اور علاوہ ازیں پنجاب اور صوبہ جات متحدہ کے مختلف اضلاع میں بہت سی زرعی جائداد کا مالک ہے۔ قاعدۂ خلف اکبری اس خاندان میں رائج ہے ۞

CSL

کرم سنگھ کے زمانے میں اس خاندان نے سرسہ کے قرب وجوار میں قدم جمائے اور ۱۷۶۳ء کے عام میلے سے یہ فائدہ اُٹھایا کہ مانجھے کے ان سکھوں کے ساتھ شامل ہو گئے جو ایں روئے ستلج کے ملک پر حملہ آور ہوئے تھے۔ کرم سنگھ جنوب کی طرف سے موجودہ تحصیل انبالہ سے ہوتا ہوا بزور آگے بڑھا جہاں اس نے کئی گاؤں لے لئے اور آخر کار موجودہ نرائن گڑھ تحصیل کے علاقہ شہزادپور میں آباد ہو گیا۔ اس خاندان کی جاگیر کچھ عرصہ کے لئے تقسیم ہو گئی۔ کرم سنگھ نے ضلع انبالہ کا علاقہ کیسری اپنے قبضہ میں رکھا اور مواضعات شہزادپور اپنے بھائی دھرم سنگھ کو دے دئے بعد ازاں کرم سنگھ اپنے بھائی کے لاولد فوت ہونے پر بے شمار دیہات کے پراگندہ مجموعہ کا جواب تک بطور جاگیر اسکی اولاد کے قبضے میں ہیں واحد مالک بن گیا۔ ۱۸۴۷ء میں اس عام حکم کے اجراتک جسکے روسے ضلع انبالہ کے کل چھوٹے چھوٹے رئیسوں سے شاہی اختیارات چھین لئے گئے تھے یہ خاندان ان مواضعات پر بطور خود مختار رئیس حکومت کرتا رہا۔ اس وقت سے لیکر آج تک اس خاندان کی حیثیت صرف جاگیردار کی سی ہو گئی ہے لیکن اس حیثیت میں بھی وہ ضلع بھر میں دوسرے نمبر پر ہیں یعنی سوائے ایک جاگیردار کے باقی سب سے برتر ہیں *

موجودہ سردار جیون سنگھ نے انبالہ کے گورنمنٹ وارڈز سکول میں تعلیم پائی ہے۔ یہ آنریری مجسٹریٹ آنریری سول جج ڈسٹرکٹ بورڈ اور ایچیسن کالج لاہور کی کمیٹی منتظمہ کا ممبر اور پراونشل درباری ہے۔ اس کا چال چلن بہت اچھا ہے اور سب کے نزدیک قابل احترام

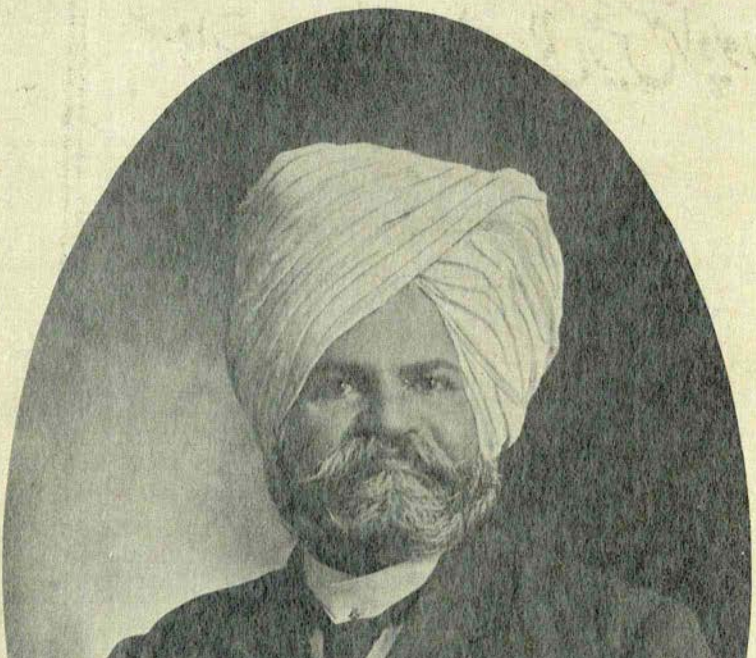

سردار جیون سنگھ شہید سی آیس آئی رئیس شہزاد پور

Sardar Jiwan Singh Shahid, C.S.I., of Shahzadpur.

MINISTRY OF CULTURE • GOVERNMENT OF INDIA

GSL

سردار جیون سنگھ سی ایس آئی رئیس شہزادپور

کرم سنگھ
(وفات سنہ ۱۷۸۴ء)

۱ گلاب سنگھ (وفات سنہ ۱۸۴۵ء)
۲ مہتاب سنگھ (وفات سنہ ۱۸۲۰ء)

گلاب سنگھ کے بیٹے:
۱ ٹھاکر سنگھ (متوفے)
۲ شیوکرپال سنگھ وفات سنہ ۱۸۷۰ء

شیوکرپال سنگھ کے بیٹے:
سردار جیون سنگھ سی ایس آئی
(ولادت سنہ ۱۸۶۰ء)

۱ رام سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۹۳ء)
۲ کرتار سنگھ (ولادت سنہ ۱۸۹۹ء)

خاندان شہزادپور نے پہلے پہلے سری گورو گوبند سنگھ صاحب جی کے زمانے میں زور پکڑا جنہوں نے کرم سنگھ کے دادا دیپ سنگھ کو اس نئے قائم شدہ گوردوارہ کا پہلا مہنت بنایا جو دمدمہ صاحب کے نام سے مشہور ہے اور ریاست پٹیالہ میں متبرک جگہ ہے۔ دیپ سنگھ کی اولاد نے مشرقی پنجاب کے مسلمان ناظموں سے بہت سی لڑائیاں لڑکر شہید کا خطاب حاصل کیا۔ اس کا خاندان ابھی تک اپنے بزرگ کے ضرب المثل کارناموں کی یاد میں اس خطاب سے مشہور ہے۔

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

CSL

تھی ۔

سردار جیون سنگھ کی پٹیالہ کے خاندان شاہی سے رشتہ داری تھی کیونکہ اس کی بہن موجودہ سرکار پٹیالہ کے پردادا مہاراجہ نرندر سنگھ سے بیاہی ہوئی تھی ۔

سردار جیون سنگھ کا ۱۸۹۳ء میں انتقال ہوا اور اس کا نابالغ پوتا لچھمن سنگھ جانشین ہوا ۔ اس کی جائداد اب کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں ہے اور وہ خود ایچیسن کالج لاہور میں تعلیم پا رہا ہے ۔

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

GSL

سردار لچھمن سنگھ رئیس بوڑیہ

Sardar Lachhman-Singh of Buria

بلیں ایں روئے ستلج کی دوسری چھوٹی ریاستوں کی طرح ریاست بوڑیہ
کو بھی گھٹا کر معمولی جاگیر کی حیثیت میں کر دیا گیا اور اسی سال سکھوں کی دوسری
لڑائی کے بعد فوراً ہی ان رئیسوں کے فوجداری دیوانی اور مالی اختیارات
منسوخ کر دئے گئے اور انکی اراضیات پر وہی قانون نافذ کر دیا گیا جو پنجاب
میں عام طور پر رائج تھا۔ ستلج کی دونوں لڑائیوں میں سردار جیون سنگھ
کے رشتہ داروں نے سرکار انگریزی کے ساتھ نمایاں وفاداری ظاہر کی۔
۱۸۴۹ء کی لڑائی میں اُنہوں نے فوج مہیا کی اور ۵۰۰۰ روپیہ خزانہ
فوج کو بطور قرضہ دیا۔ ایام غدر میں نوعمر سردار نے ۲۰ سوار اور ۴۶ پیادے
جو اس نے آپ بھرتی کئے تھے اور آپ ہی ان کا خرچ برداشت کیا
تھا اپنے ماتحت لیکر قصبہ جگادھری کو چند ہفتوں تک سنبھالے رکھا۔
اس نے اس موقع پر فوج کے روزانہ اخراجات کو پورا کرنے کے لئے
ایک معقول رقم دیکر حکام کی امداد بھی کی۔ ان خدمات کے صلہ میں اسکے
ذمہ کا معاوضہ خدمات جو مبلغ ۱۳۸۰ روپیہ ہوتا تھا ایک سال کے لئے
بالکل معاف اور آیندہ کے لئے مستقل طور پر گھٹا کر نصف
کر دیا گیا۔

سردار جیون سنگھ اپنے علاقہ کی حدود کے اندر آنریری مجسٹریٹ
آنریری سول جج اور سب رجسٹرار تھا۔ وہ ضلع انبالہ کے شائستہ ترین
سکھ جاگیرداروں میں سے تھا۔ اور پراونشل درباری ہونے کے علاوہ
۱۸۸۷ء میں اسے عام خدمات کے صلہ میں سی آئی ای کا خطاب
بھی ملا تھا۔ اس کی جاگیرات اور معافیات کی آمدنی ۷۰۰۰ روپیہ
سالانہ اور اپنی اراضیات کی لگان کی آمدنی ۸۳۰۰ روپیہ سالانہ

بھنگی سکھ تھے اور جنہوں نے ۱۷۶۴ء میں بوڑیہ کا قلعہ نزوار سے سکھوں سے جن کو اس پر قابض ہوئے ایک ہی سال ہوا تھا چھین لیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اورنگ آباد کے افغانوں نے نانو سنگھ کو مہمان نوازی کے بہانے اپنے قلعہ کے اندر لے جا کر دغابازی سے قتل کر ڈالا۔ اس خون کا بدلہ نانو سنگھ کے متبنے٭ رائے سنگھ نے اس طرح پر لیا کہ بھاگ سنگھ کے ساتھ مل کر اس نے اورنگ آبادیوں کو شکست دی ان کے قلعہ کو مسمار کرا کے زمین کے برابر کرا دیا اور گرد و نواح کے قریباً دو سو گاؤں پر قبضہ کر لیا۔ یہ گاؤں دونوں بھائیوں نے تقسیم کر لئے رائے سنگھ نے تو ۸۴ گاؤں جگادھری اور دیال گڑھ کے علاقوں میں سے لئے اور بھاگ سنگھ خاندان بوڑیہ کی ساری جائداد کا جس میں ۱۲۰ گاؤں تھے واحد مالک بنا۔ ۱۷۸۹ء میں بھاگ سنگھ کی وفات پر ریاست بوڑیہ اس کے لڑکے شیر سنگھ کے قبضہ میں آئی جو سہارنپور پر انگریزوں سے لڑتے ہوئے ۱۸۰۴ء میں مقتول ہوا۔ اس کے بعد اس کی بیوگان اور لڑکوں میں ریاست کی بابت ایک بڑا لمبا جھگڑا ہوتا رہا جو ختم یوں ہوا کہ خاندانی جائداد برابر برابر حصوں میں جیمل سنگھ اور گلاب سنگھ پسران شیر سنگھ کے قبضے میں آئی اور بیوگان کو گزارے کے طور پر چند مواضعات ان کی حین حیات تک کے لئے دئے گئے۔ آخر کار گلاب سنگھ نے ۱۸۱۶ء میں اپنے بھائی جیمل سنگھ کے کوئی لڑکا نہ چھوڑ مرنے پر ساری جائداد حاصل کر لی۔ یہ خود ۱۸۴۳ء میں صرف ایک لڑکا جیون سنگھ جو ایک سال کا بھی نہ تھا چھوڑ کر فوت ہو گیا۔ جون ۱۸۴۹ء

٭ یہاں سنوں میں غالباً کچھ غلطی ہو گئی ہے۔ (مترجم)

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
GSL

سردار لچھمن سنگھ رئیس بوڑیہ

نانو سنگھ
(وفات سنہ ۱۷۶۴ء)

سردار بھاگ سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۲۹ء)

سردار شیر سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۰۴ء)

۱ جیمل سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۱۶ء)

۲ سردار گلاب سنگھ
(وفات سنہ ۱۸۴۳ء)

سردار جیون سنگھ سی آئی ای
(وفات سنہ ۱۸۹۳ء)

گجندر سنگھ
وفات سنہ ۱۸۹۰ء

سردار لچھمن سنگھ
(ولادت سنہ ۱۸۹۱ء)

ریاست بوڑیہ کے بانی نانو سنگھ سکنہ موضع جھوال مدان نزد
امرتسر اور بھاگ سنگھ و رائے سنگھ دونوں بھائی ہوئے ہیں جو تینوں

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

اور سرکار نے ان کی خدمات کا یہ اعتراف کیا کہ ان کا خراج مستقل طور پر تخفیف کر کے ۱ر فی روپیہ کر دیا۔ اس معمولی خراج کی ادائگی کی شرط پر اس ضلع کی تقریباً سب جاگیریں بطور علے الدوام دے دی گئی ہیں یہ بات البتہ ضروری ہے کہ ورثا اُس بزرگ کی نسل سے ہوں جو ۱۸۰۹ء میں خاندان کا مورث اعلےٰ قرار دیا گیا تھا +

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

تواریخ سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ ان کی طرح مصنوعی امارت سے
کچھ اچھا نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ نیز ضلع انبالہ کے حالات دیکھکر آسانی سے
سمجھ میں آجاتا ہے کہ الحاق کے اوائل زمانہ میں جبکہ اصلی پنجاب
کے امرا کی نسبت اس قسم کا سوال بورڈ آف ایڈمنسٹریشن کے
سامنے پیش ہوا تو اس پر کیوں ایسا سخت مباحثہ ہوا تھا؟ شاید
یہ ایزاد کردینا بھی نامناسب نہ ہوگا کہ بحمد اللہ ضلع انبالہ کے تجربہ
سے سبق حاصل کر کے جان لارنس صاحب بہادر کی کڑی پالیسی
نے اس مسئلہ کا ایسے طریق سے آخری فیصلہ کردیا کہ پنجاب کے
دیگر اضلاع ان مشکلات سے بچ گئے جو انبالہ میں پیش آئی تھیں۔
اب صرف یہ لکھنا باقی ہے کہ جنگی خدمات کے عوض ادائگی خراج
کے مسئلہ کا فیصلہ ۱۸۴۶ء کے احکام کے مطابق ہوا۔ عام قاعدہ یہ ہے
کہ جاگیر کی مالگزاری میں سے سرکار کو ۲ رفی روپیہ ادا کیا جاتا ہے اور
اسی قاعدہ سے تمام بڑے بڑے خاندان بہت سے جاگیرداران پتی دار
اور وہ تمام خاندان جن کو کہ ۱۸۰۹ء میں اعلیٰ رتبہ کا تسلیم کیا گیا تھا خراج
ادا کیا کرتے تھے۔ تھوڑے سے پتی داروں کے لئے جو زیادہ تر
تحصیلات روپڑ اور نرائن گڑھ کے ہیں اور جو خاص وجوہات سے
کمتر حیثیت کے قرار دئے گئے تھے قاعدہ یہ ہے کہ انکی پہلی پشت
۴ رفی روپیہ بطور خراج ادا کرتی ہے اور اس کے بعد کی پشتیں
۸ رفی روپیہ۔ ایام غدر میں بڑے بڑے سرداروں میں سے بہتوں
نے تحصیل کی عمارتوں اور راستے پر کی ضروری چوکیوں کی حفاظت
کے لئے چھوٹی چھوٹی گاردیں دیکر سرکار کی اچھی خدمات کی تھیں

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

موجودہ زمانہ میں ان کو مالگزاری کی معقول آمدنی ہے ان لوگوں کے لئے سب پیشوں سے بہتر فوجی ملازمت کا پیشہ تھا جس کے لئے انہیں قابلیت حاصل کرنی ضروری تھی مگر اس پر بھی سارے سرکردہ خاندانوں میں جن کے لئے فوج میں بھرتی ہونے کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے فوجی ملازمت کی صرف ایک ہی مثال پیش نظر ہے۔ باقی حالات کا جس قدر کم ذکر کیا جاے بہتر ہے۔ ان خاندانوں میں واقعی بارسوخ آدمی خال خال ہیں۔ بہت سے خاندانوں کی طرف خاص اس لئے توجہ ہوتی ہے کہ ان کے اکثر ارکین شراب خوری اور عیاشی میں پڑکر نوجوانی میں مر گئے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ کئی خاندانوں میں ان کے اراکین کی عیاشانہ زندگی بسر کرنے کی وجہ سے حقیقی ورثا پیدا ہی نہیں ہوئے اور اس طرح خاندان کے کالعدم ہو جانے پر اس کے خانگی معاملات میں ہر ایک طرح کی تحقیقات کر کے بڑی مشکل کے ساتھ جاگیر کو ضبطی سے بچایا گیا۔ یہ تحقیقات ایسی مشکل ہوتی تھی کہ گو واقعی امر کتنا ہی مشہور ہوتا تاہم اسکی حقیقت کو دریافت کرنا قریباً ناممکن ہو جاتا تھا۔ مگر باوجود ان تمام امور کے یہ مناسب نہیں کہ اس روے ستلج کے سکھوں کی اس بداخلاقی کو بالکل ان کے ذاتی عیوب کا نتیجہ سمجھ لیا جاے۔ ان لوگوں کو اپنی کوشش اور محنت کے بغیر عروج حاصل ہو گیا تھا اور ان کو ہر ایک طرح فارغ البالی تھی اور اس بات کی کچھ ضرورت نہ تھی کہ وہ ملک کے حکمران بن کر رہنے کی کوشش کریں اور اس طرح قدرتی طور پر کاہلی اور عیش پرستی کا شکار بن گئے تھے۔ ان سکھ سرداروں کی

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

CSL

رہنے کے ان کا کوئی مقصد نہیں اگر جاگیر کے زیادہ حصہ دار ہو جانے
کی وجہ سے ان کی یہ وجہ معاش قلیل رہ گئی ہے تو بھی اُسی پر
فاقہ مست رہتے ہیں۔ قواعد کے مطابق ان کی ملکیت کسی اراضی
پر نہیں اور یہ خود زراعت کرنے کو حقیر سمجھتے ہیں۔ ان میں سب سے
اچھے وہ جاگیردار ہیں جنہوں نے اپنے وطن میں جاکر باقاعدہ طور پر
ملازمت اختیار کر لی ہے۔ باقیوں میں بہت سے ایسے ہیں جو یا تو ملازمت
کے قابل ہی نہیں یا خود ملازمت کے خواہشمند نہیں اور ان کا
بڑا کام یہی رہ گیا ہے کہ گھر بیٹھے زمینداروں میں خواہ مخواہ کے
جھگڑے پیدا کراتے رہیں۔ بڑے بڑے گھرانوں کے چند سرکردگان
کو آنریری مجسٹریٹ بھی بنا دیا گیا تھا مگر باستثنائے چند ان سب نے
آنریری مجسٹریٹی کے اختیارات کی زیادہ تر اس لئے قدر کی کہ اسکے
ذریعے سے ذاتی دشمنیوں سے بدلے لینے کے موقعے ملتے ہیں۔
ان بڑے سرداروں میں سے صرف ایک شخص نے اور یقینی طور
پر ایک ہی شخص واحد نے اپنے لڑکے کو فوج میں بھرتی کرانے کا
حوصلہ کیا (یہ شخص سردار پرتاب سنگھ مین پوریہ ہے جس کا لڑکا شمشیر سنگھ
بمبئی احاطہ کے پانچویں رسالہ میں جمعدار ہے) باوجود اس کے کہ
گورنمنٹ نے ان کی وہ حیثیت مستحکم کرنے کے لئے جو یہ لوگوں کا
سردار بن کر رکھنا چاہتے تھے جہاں تک ممکن ہوا کوشش کی مگر جو
لاحاصل اور لایعنی زندگی یہ لوگ بحیثیت ایک قوم کے بسر کر رہے
ہیں اسکی نظیر شاید ہی کہیں ہو۔ اُن گزشتہ روایات کے رو سے جو
ان کی فوجی زندگی کے متعلق چلی آتی ہیں اور نیز اس وجہ سے کہ

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

کہ وہ اپنے اباو اجداد یعنی حملہ آوران ۱۷۶۳ء کے زمانے میں تھے۔ اُنہوں نے ضلع کے لوگوں سے کوئی بھی یکسانیت اختیار نہیں کی وہ ابھی تک مانجھہ کو اپنا اصلی وطن سمجھتے ہیں اور جب کبھی ان کو انبالہ کے لوگوں کی طرف توجہ بھی ہوتی ہے تو محض وہ دن یاد دلانے کے لئے جبکہ ان لوگوں پر ظلم کرنے کا ان کو کُلّی اختیار تھا یا دھکیاں دینے کے لئے کہ اگر اب وہ وقت واپس آجائے تو بتائیں کہ کیا کرتے ہیں؟ ان کی پہلی خود مختاری کے نشان کے طور پر انہیں آج کے دن تک یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی جاگیرات کے مواضعات کا مالیہ براہ راست وصول کرتے ہیں مگر اس کو بھی اُنہوں نے اکثر ایسی بُری طرح استعمال کیا ہے کہ بالوثوق نہیں کہا جاسکتا کہ آیندہ عرصے تک بھی یہ حق انکے پاس رہ سکیگا یا نہیں؟

اس مختصر ذکر سے جو عام نقشہ پیش نظر ہوتا ہے وہ کُچھ دلکش نہیں مگر ان سرکردہ خاندانوں کی بڑی بڑی جاگیروں کا ذکر کرکے اور ان کی نمود و اعلےٰ حیثیت کا حال بیان کرکے جو وہ عوام الناس کی نظروں میں رکھتے ہیں ان کو جھوٹی عظمت دینے کی نسبت اصلیت کا بیان کردینا ہی بہتر تھا۔ پنجاب کے سارے جاگیرداروں کی قریباً ایسی ہی حالت ہے جو اوپر بیان ہوئی اور علاوہ ان ۲۳ بڑے بڑے خاندانوں کے جن کی صرف جاگیروں کی آمدنی قریباً ۲۶۰۰۰ روپیہ ہے کمتر حیثیت کے پانچ ہزار سے زیادہ پتی داری جاگیردار ہیں جو سالانہ تین لاکھ سے زیادہ روپیہ لے لیتے ہیں۔ ان کی نسبت یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ اگر ان کی آمدنی معقول ہے تو بھی سوائے کھانے اور زندہ

537

اور جن میں سے ہر ایک اپنا شجرۂ نسب یا تو ۱۸۰۹ء کے مورث اعلیٰ
سے ملاتا تھا یا بعد کے کسی ایسے سال کے مورث اعلےٰ سے جس میں
مختلف جاگیروں کا ان کی مختلف حالتوں کے بموجب جانشین کے
متعلق درجہ مقرر ہوا تھا۔ یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ ۱۸۰۹ء کے رؤسا ہی
سرکردہ رئیس تھے اور اس پر بھی جب کوئی خاندان کالعدم ہو جاوے
تو اس کی جاگیریں بغیر خاص تحقیقات اور احکام گورنمنٹ کے ضبط
نہیں کی جاتیں۔ گزشتہ تئیس سال میں دو بڑی بڑی جاگیریں لاوارث
رہی ہیں۔ اولاً تحصیل کھرڑ کا خاندان سیالبا ۱۸۶۶ء میں کالعدم ہوا
اور ۵۹ مواضعات جن کا معاملہ ۲۶۰۰۰ روپیہ تھا سرکار کے ہاتھ
آئے اور دوم ۱۸۷۵ء میں اسی تحصیل کی جاگیر منی ماجرہ کا بھی جو علاقہ
میں سب سے بڑی تھی اور جس کے ۶۹ دیہات ۳۹۱۰۰ روپیہ مالیہ
کے تھے یہی حشر ہوا۔ مختلف خاندانوں کے شجرے دیکھنے سے
معلوم ہوگا کہ بہت سے سرکردہ خاندانوں کے ایک یا دو ورثا سے
زیادہ باقی نہیں رہے ہیں۔ غالباً آیندہ عنقریب اور جاگیریں بھی
ضبط ہو جائینگی اور پچھلے سرداروں کی اولاد سے چاہے ہر طرح کی
ہمدردی بھی کیوں نہ کی جاوے تو بھی ان جاگیروں کو ضبط ہوتا دیکھکر
کچھ افسوس نہیں ہوتا۔ مبر کوٹا ہا۔ بیدوان سرداران سوہانا و منی ماجرہ
راجپوتان رام گڑھ و رائے پور اور کوٹلہ نہنگ تحصیل روپڑ کے
چھوٹے پٹھان خاندانوں کے ماسوائے باقی کل موجودہ بڑے بڑے
جاگیرداروں اور ادنے حصہ داروں کی بہت سی تعداد جنہیں جاگیرداران
پتی داری کہتے ہیں اب بھی علاقہ میں ویسے ہی پر دیسی ہیں جیسے

CSL

بغیر تم اپنا معاملہ وصول نہ کرسکو گے تو اس صورت میں معاملہ مقرر کردینا نہ صرف تمہاری رعایا کے لئے بلکہ خود تمہارے لئے بھی فائدہ مند ہوگا
الغرض کچھ تو یہ وجہ تھی اور اب اس سے بھی بڑا سبب یہ پیدا ہوگیا کہ مواضعات انگریزی میں رائج الوقت زرمعاملہ دو دفعہ وصول کیا جاتا تھا اور ہمسایہ رئیسوں کے مواضعات سے معاملہ جنسی وصول ہوتا تھا اس لئے سرکار کی رعایا کو بھی معاملہ دینا دوبھر معلوم ہونے لگا تھا۔ سرکار نے آخرکار ۱۸۵۲ء میں مان لیا کہ سارے ضلع میں مالیہ کا بندوبست نافذ کرکے ہمیشہ کے لئے رئیسوں کے اختیارات سلب کرلئے جاویں اور ان کو گھٹا کر جاگیرداروں کی حیثیت کا کردیا جاے۔
"سرکار انگریزی کے اس فیصلہ سے ایں روئے ستلج کے چھوٹے چھوٹے رئیسوں کے اختیارات کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا جنہوں نے ایک مدت تک اپنی خودمختاری کو جس طرح چاہا استعمال کیا تھا اور جن کی اس خودمختاری کا سوائے اس کے اور کوئی شریفانہ مقصد نہ تھا کہ وہ بلا رکاوٹ اپنا حق سمجھکر بُرائی کریں اور اُن لوگوں پر ظلم کریں جو بدقسمتی سے ان کی رعایا بن گئے تھے"*

یہاں پہنچ کر انبالہ کے سرکردہ خاندانوں کی تاریخ علی طور سے ختم ہوگئی اور جاگیردار بننے کے بعد ان کی جو حیثیت رہ گئی اسکی نہایت احتیاط سے تعریف کرکے تشریح لکھدی گئی ہے۔ بڑے بڑے سرداروں اور چھوٹی چھوٹی برادریوں دونوں کے شجرے تیار کردئے گئے ہیں جن کی اولاد میں اس وقت بھی ہزارہا آدمی تھے

* کتاب راجگان پنجاب کا صفحہ ۱۹۹ ملاحظہ ہو*

538

چونگی اور محصول راہداری موقوف کئے گئے کیونکہ یہ محصول بھی تجارت کے لئے ایسے مُضر تھے جیسے انصاف کے لئے پولیس کا انتظام اور سب سے آخری اصلاح یہ تھی کہ سرداروں سے ان کی ذاتی فوج کی خدمات کے عوض نقد خراج لیا جانا منظور ہوا۔

یہ تمام تبدیلیاں اُس وقت تک نہ کی گئیں جب تک کہ گورنمنٹ نے یہ نہ دیکھ لیا کہ روٴسا سرکار سے اتنے بدظن ہیں کہ اُن احکام کو بھی جن کا ماننا بروے معاہدہ ان کا فرض تھا نہیں مانتے۔ مگر یہ بات فوراً ہی ثابت ہوگئی کہ بغیر اور ضروری اصلاحات کے پہلی اصلاحات پر عمل درآمد ناممکن ہے۔ اس وقت تو روٴسا اپنے اپنے حصے کے مواضعات سے معاملہ جنسی وصول کرتے تھے اور ایسے انتظام سے وہ دل کھول کر بغیر روک ٹوک کے بہت سا زیادہ لگان وصول کرلیا کرتے تھے اگر انہیں کوئی خوف تھا تو صرف یہ کہ کہیں کسان لوگ اُن کے دیہاتوں کو چھوڑ کر چلے نہ جاویں۔ ۱۸۴۷ء میں ضلع انبالہ کے انگریزی علاقہ کا باقاعدہ بندوبست شروع ہوا اور اسکے ساتھ ہی کل حکام ضلع نے اس بات پر زور دیا کہ جتنے دیہات ابھی تک باقیماندہ ریاستوں کے ماتحت ہیں ان سب میں اس موقع پر ایک مقررہ معاملہ وصول کرنے کا قاعدہ جاری کرکے ہمیشہ کے لئے کسانوں کی شکایات رفع کردی جائیں۔ اس تجویز کی خود سرداروں نے بڑے زور و شور سے مخالفت کی اور چند سال تک اس معاملے کو قطعی طور پر طے ہوجانے میں بھی تعویق ڈلواتے رہے لیکن آخر کار ان کو یہ بات سمجھا دی گئی کہ جب تم سے پولیس کے اختیارات سلب کرلئے گئے جبکے

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
GSL

ان سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا اور ساتھ ہی ان کی طرف سے ناشکر گزاری بھی اس حد تک ہوئی کہ یہ حیرانی کی بات نہیں کہ پہلا ہی موقع پڑنے پر یہ لوگ اس سلطنت کے بر خلاف ہو گئے جو ان سے دوستی رکھتی تھی اور علانیہ یا در پردہ اس کے دشمنوں کی صفوں میں جا ملے۔" جن رئیسوں نے گورنمنٹ کی سخت مخالفت کی انہیں قرار واقعی سزائیں دی گئیں ان کے مقبوضات ضبط کر لئے گئے اور بعض حالتوں میں انہیں قیدیوں کی حیثیت میں صوبہ سے خارج کر دیا گیا۔ اس طریق سے پپلی کے ۱۱۷ مواضعات راجہ لاڈوا سے ضبط کر کے انگریزی علاقہ میں شامل کر لئے گئے۔ روپڑ اور کھرڑ کے ۱۰۷ مواضعات سردار روپڑ کی ملکیت کے اور ۷۲ دیہات انندپور کے سوڈھیوں سے ضبط کئے گئے اور ۸۹ دیہات تحصیل نرائن گڑھ کے راجہ کپور تھلہ سے چھینے گئے۔ چھوٹے چھوٹے سرداروں کے واسطے ہلکی سزائیں کافی سمجھی گئیں گو ان میں اکثر نے "سوائے اسکے کہ وہ ۱۸۴۵ء میں دشمن سے نہیں ملے وفاداری کا کوئی نمایاں ثبوت نہیں دیا۔ یہ سردار سمجھتے ہی نہ تھے کہ شکر گزاری کس جانور کا نام ہے لہذا لڑائی کے اختتام پر ان کے ساتھ کوئی خاص سلوک کرنا ضروری نہ تھا۔ اس وقت سرکار نے بہت سی نہایت ضروری اصلاحات نافذ کیں۔ پہلی اصلاح یہ تھی کہ ان ریاستوں میں سے اکثر ریاستوں کے صیغہ پولیس بالکل اڑا دئے گئے کیونکہ رائج الوقت انتظام نے جرائم کو اتنا سہل کر دیا تھا کہ اس کے مطابق پچاس مختلف حاکموں میں مجرم کا گرفتار کرنا قریباً ناممکن تھا۔ دوسری اصلاح یہ تھی کہ

کوئی موقع نہ آیا کہ یہ ریاستیں سرکار کی کہاں تک شکر گزار ہیں اور اگر ان سے مدد مانگی جائے تو اپنے وعدے کے مطابق فوج اور رسد سے سرکار کی کس حد تک مدد کرینگی۔ ۴۵-۱۸۴۴ء میں ایک طرف تو پنجاب کے سکھوں میں بے چینی کے آثار دکھائی دینے سے اور دوسری طرف افغانستان کے ساتھ تباہ کن جنگ ہونے سے شرائط پھر بدل گئیں۔ بقول سر لیپل گرفن" زمانے کے تغیرات پر نظر کرنے کے لئے اس روے ستلج کے رؤسا کے پاس بہتیرا وقت تھا × × × × × × یہ دیکھ کر کہ ان کے رسد و زر کے ذخائر انگریزی فوج کے لئے درکار ہیں وہ خیال کرنے لگے کہ انگریزی طاقت کا دار و مدار ہم پر ہی ہے اور یہ نہ سوچا کہ ان کی اپنی ہستی بھی سرکار انگریزی کے وجود کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ سلطنت لاہور کا خوف بھی اب بالکل اُٹھ چکا تھا اور اس وقت رنجیت سنگھ جیسا زبردست اور دانشمند فرمانروا بھی نہ رہا تھا۔ جس سے محفوظ رہنے کے لئے سرکار انگریزی کی حفاظت سکھ رئیسوں کو خوشگوار معلوم ہوتی تھی اور اس لئے اب یہ حفاظت ایک رکاوٹ خیال کی جانے لگی۔ اور ہر ایک رئیس یہ منصوبے باندھنے لگا کہ ایسے ہی حالات میں جو کامیابی رنجیت سنگھ نے حاصل کی تھی ہم بھی حاصل کر سکینگے*"۔ الغرض جب سکھوں کی پہلی لڑائی میں ان رؤسا سے مدد طلب کی گئی تو گو کہیں انہیں کھلم کھلا مخالفت کرنے کی جرأت نہیں ہوئی تاہم سب کے سب زیادہ تر مخالفت ہی پر تُلے رہے۔ وہ انگریزی حفاظت کے باعث ان ریاستوں میں ان کو جو فوائد حاصل ہوئے

* کتاب راجگان پنجاب کے صفحات ۱۸۳-۱۸۴-۱۸۹ اور ۱۹۰ ملاحظہ ہوں*

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

صداقت میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا اور کیا تعجب ہے کہ سر ڈیوڈ اختر لونی نے ۱۸۱۸ء میں گورنر جنرل کے روبرو تخلیہ میں اعتراف کرلیا ہو کہ ۱۸۰۹ء کا اعلان غلط فہمی پر مبنی ہے٭

۱۸۰۹ء سے ۱۸۴۷ء تک انبالہ کی پولیٹکل ایجنسی کی معرفت ان بے تعداد نیم خود مختار ریاستوں میں عمدہ انتظام کرنے کی لگاتار کوششیں کی گئیں۔ اس زمانے کے کاغذات اس بات کے شاہد ہیں کہ جس کام کا بیڑا اٹھایا گیا اس کا ہوجانا ناممکن تھا۔ یہ کاغذات ان مشکل تحقیقاتوں کے حالات سے مملو ہیں کہ جو سرکار انگریزی کو ان بہت سے قضیوں اور ہنگاموں کی بابت کرنی پڑی تھیں جو ان ریاستوں نے سرکار انگریزی کے دباؤ سے بچنے کی خاطر برپا کئے تھے اور مواضعات پر ان کے ظلم و تشدد کے جرائم کی وجہ سے وقوع میں آئے تھے۔ ہر سال گورنمنٹ کو اپنے بچاؤ کرنے میں حکومت کی باگ تان کر رکھنی پڑی اور ۱۸۰۹ء کے مالکان کی اولاد صلبی یا ورثانہ چھوڑ مرنے کی صورت میں ان کی جاگیریں مال لاوارث کے طور پر ضبط کرکے اس نئے ملک پر قبضہ و تصرف کو مضبوط کرنے کے لئے کوئی موقع ہاتھ سے نہ دیا۔ چنانچہ اسی طرح آہستہ آہستہ انبالہ کا سرکاری ضلع بن گیا۔ ہر ایک علاقہ کے ضبط ہونے پر تمام مواضعات کا باقاعدہ بندوبست ہوکر انگریزی حکومت کا دور دورہ ہوتا گیا٭

۱۸۴۳ء تک تو گورنمنٹ نے ۱۸۰۹ء کے بداختر معاہدات کو ہر طرح سے پورا کیا اور اس وقت تک اس بات کے آزمانے کا

٭ کننگھم صاحب کی تواریخ کا صفحہ ۵۲ اور نوٹ ملاحظہ ہو٭

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

GSL

گروہوں کو دیدیا ہے جن میں سوائے باہمی مجادلے کے اجتماع کا مادّہ بالکل نہیں اور جن کی حکومت کی غرض صرف یہ ہے کہ ملک کی آبادی کو غایت درجہ کے ظلم سے پیس ڈالا جائے۔ پہلی بات (کہ علاقہ کو ان جنگ آزماؤں کے ہاتھ میں دینا غلطی تھی) آسانی سے ۱۸۱۱ء کے اس ضمیمۂ اعلان سے طے پاگئی جس میں سرداروں کی سخت الفاظ میں یاد دہانی کی گئی تھی کہ ہر ایک شخص کو اس علاقہ پر قناعت کرنی ہوگی جو ۱۸۰۹ء میں اس کے قبضہ میں تھا اور یہ کہ سرکار انگریزی سرداروں کے باہمی جنگ و جدل کو ہرگز گوارا نہیں کریگی۔ مگر ضلع کی بہبودی قائم کرنے کا بہترین موقع گزر چکا تھا اور ۱۸۰۹ء میں جو اقرار اور معاہدات جلدی سے کر لئے گئے تھے وہ فوراً ہی دوامی تکلیف اور ابتری کا باعث ثابت ہوگئے جن کا تھوڑا بہت اثر آج تک باقی چلا جاتا ہے۔ یہ معلوم ہوگیا کہ درحقیقت ضلع انبالہ میں اِس روئے ستلج کی برائے نام حکمران ریاستیں قریباً تیس چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کے ماتحت ہوگئی ہیں جن میں سے ہر ایک کے پاس بیس مواضعات سے لیکر سو یا زیادہ تک مواضعات کی جاگیریں تھیں اور ان کے علاوہ بہت سی چھوٹی چھوٹی برادریوں کو جن میں اصلی فاتحان کے سیکڑوں ہمراہی شامل تھے اور جو صرف گزارے کے لئے علیحدہ مواضعات دیکر ملک میں آباد کرلی گئی تھیں انہیں بھی ۱۸۰۹ء کے اعلان کی لغو شرائط کے رو سے خود مختار حاکموں کی طرح اختیارات مل گئے تھے۔ گو مطبوعہ کتابوں میں کہیں بھی صاف طور سے یہ امر تسلیم نہیں کیا گیا کہ گورنمنٹ کو اپنی غلطی کا افسوس ہے لیکن مذکورہ واقعات کی

پر ہوئی" کننگھم صاحب بہادر کی تواریخ میں پورا درج ہے - وہ
شخص جس کو اس بات کے معلوم کرنے کا شوق ہو کہ انبالہ کے بڑے
بڑے خاندانوں کے حقوق جو انہیں آج تک حاصل ہیں کس فرمان کے
رو سے ہیں تو اسے اس اعلان کا حوالہ دیا جا سکتا ہے اس اعلان
کی صرف سات چھوٹی دفعات ہیں جن میں سے ایک لغایت پانچ
ضروری ہیں - دفعات ایک لغایت تین رنجیت سنگھ کی طاقت کو
محدود کرتی ہیں اور اس رو سے ستلج کے رئیسوں کو سرکار انگریزی کو
خراج دینے کے بغیر اپنے اپنے مقبوضات کا واحد مالک قرار دیتی
ہیں - اور چار و پانچ میں یہ شرط ہے کہ اس مالکی کے عوض رئیس فوج
انگریزی کے لئے جب کبھی موقع پڑے رسد بہم پہنچائے اور دشمنوں
کے مقابلہ پر چاہے وہ کہیں سے سرکار پر چڑھائی کرے وقت ضرورت
ہتھیاروں سے بھی مدد دے - مگر یہ سارے کا سارا اعلان اس قدر
مختصر مزیدار اور ساتھ کے ساتھ تمام آیندہ مشکلات کی جڑ ہے کہ جو شخص
بعد کے واقعات کو مدنظر رکھکر اس کا مطالعہ کرے اس کو اپنی محنت
کا حق مل جاتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ اس وقت کے سرکاری
کارکن کیسی اندھا دھند کارروائی کیا کرتے تھے ؛

یہ بیشک ناممکن ہے کہ ان معاملات کے حالات کو کوئی شخص
پڑھے اور یہ معلوم نہ کرلے کہ درحقیقت گورنمنٹ نے ایک نہایت اہم
کارروائی تقریباً بلا سوچے سمجھے کردی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بجائے
علاقہ انبالہ کے چند بڑی بڑی ریاستوں کے ماتحت ہو جانے کے
اعلان کنندگان کو فوراً معلوم ہو گیا کہ اُنھوں نے علاقہ مذکور جنگ آزما

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

541

اور خطرہ بھی کچھ ایسا ویسا نہیں - سرکار اسی تذبذب میں تھی کہ جیند پٹیالہ اور کیتھل کی طرف سے ایک وفد این روے ستلج کی ریاستوں کے واسطے مدد طلب کرنے کے لئے ۱۸۰۸ء میں دہلی پہنچ گیا جس سے سرکار انگریزی کو فوری مداخلت کرنے کا موقع مل گیا - اس سے پانچ سال پیشتر جیند کیتھل اور تھانیسر نے سرکار انگلشیہ کو مرہٹوں کی لڑائی میں مدد دی تھی - بظاہر یہ قیاس کر لیا گیا تھا کہ ستلج تک تمام ملک چند اسی قسم کی بڑی بڑی ریاستوں میں منقسم ہے جن کے ذریعے سے علاقہ کی حکومت اچھی طرح سے ہو سکتی ہے اور اس لئے انگریز حکام کی کوششوں کا مدعا یہ تھا کہ ایک طرف تو رنجیت سنگھ سے قرار واقعی اتحاد قائم کر لیا جاوے اور دوسری طرف جمنا سے ستلج تک ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو اپنی حفاظت میں لے لیا جاوے ؛

بالآخر سرکار انگریزی کی سب تجاویز میں کامیابی ہوئی اور ۲۵ اپریل ۱۸۰۹ء کو رنجیت سنگھ کے ساتھ ایک خاص عہدنامہ ہوا جس کے رو سے رنجیت سنگھ نے ستلج کے جنوب کی طرف اپنے کل نئے علاقے سرکار انگریزی کے حوالے کر دئے اور یہ عہد کر لیا کہ وہ دریائے ستلج کے بائیں جانب کے علاقے پر کبھی دست اندازی نہ کریگا - اس عہدنامہ کے بعد مئی ۱۸۰۹ء میں کرنیل اختر لونی نے سرکار انگریزی کی طرف سے اپنا مشہور اعلان این روے ستلج کے سرداروں کے نام نافذ کیا - یہ اعلان جو اِن عجیب مزیدار الفاظ سے شروع ہوتا ہے کہ "یہ اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے کہ سرکار انگریزی کی طرف سے جو کار روائی ہوئی وہ محض رئیسوں کی ترغیب

لوٹ مار کر سکے۔ ان قلعوں میں سے کئی قلعے ابھی تک موجود ہیں اور ضلع
کے نمایاں نشان ہیں جن کو دیکھکر اُس وقت کی عجیب ابتری اور طائف الملوکی
یاد آجاتی ہے جبکہ ہر ایک شخص خود اپنے بھائی پر ہاتھ صاف کرتا تھا۔
سرکار انگریزی کو جس کی پولیٹکل کارگزاری دریائے جمنا تک ہی محدود
تھی اس علاقہ کی طرف کوئی توجہ نہ تھی اور یقین کیا جاتا ہے کہ ان
برائے نام حاکموں کے دستور حکومت حقوق اور پولیٹکل قوت کے متعلق
سرکار موصوف بالکل بے خبر تھی۔ سنہ ۱۸۰۶ء سے سنہ ۱۸۰۸ء تک ان حالات
میں سریعی تغیر واقع ہوا۔ ایک طرف تو خود اس روئے ستلج کے سکھ
رنجیت سنگھ کے ستلج پار قوت پکڑ جانے کو ناگہانی خطرہ سمجھکر خوف زدہ
ہو گئے تھے۔ کیونکہ سنہ ۱۸۰۶ء* سے سنہ ۱۸۰۸ء تک تین سال میں رنجیت سنگھ
نے بذات خود لدھیانہ نرائن گڑھ اور انبالہ پر چڑھائی کی تھی اور کھلم کھلا
اعلان کر دیا تھا کہ میرا ارادہ جمنا تک تمام ملک کو اپنے قبضۂ تصرف
میں لے آنے کا ہے اور اب یہ نظر آنے لگا تھا کہ صرف ایک سلطنت
(سلطنت انگلشیہ) ہی رنجیت سنگھ کی تیز کامیابی کا سدِ باب کر سکتی ہے۔
مگر دوسری طرف خود سرکار انگریزی کو شمال کی طرف سے فرانسیسیوں
ترکوں اور ایرانیوں کے متفقہ حملے کا ڈر پیدا ہو گیا تھا اور اس لئے
جلدی میں اس نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ جمنا کی حد چھوڑ دی جاوے اور
مذکورہ خدشے کے لئے دوستی کے نئے اصول پر بھروسہ کر کے
درمیانی طاقتور ریاست لاہور سے رابطۂ اتحاد قائم کر لیا جائے۔
مگر ساتھ ہی سرکار کو یہ خیال تھا کہ خود رنجیت سنگھ بھی موجب خطرہ ہے

* غالباً غلطی ہے (مترجم) *

دینے کے لئے کہ یہ اس کی ملکیت ہوگئے ہیں کسی میں اپنی پیٹی اور
تلوار کا میان کسی میں اپنے بدن کے کپڑے اور آلات جنگ پھینکتا
گیا یہاں تک کہ برہنہ ہوگیا اور اس کے پاس اگلے گاؤں میں نشان دہی
کے لئے کچھ باقی نہ رہا۔ مختلف مسلوں میں دوابہ کی تقسیم جس طرح ہوئی
اُس کا تفصیلی بیان کرنا غیر ضروری ہے۔ اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ
باستثنائے چند آج کل کے تقریباً تمام ممتاز خاندان ۱۷۶۳ء کے
فاتحان کی اولاد ہیں جن کے سوائے لوٹ مار کے اور کوئی کارنامے
نہیں اور نہ ہی وہ کسی ایسے قدیم خاندان کے نہال ہیں کہ عزت و
تکریم کے مستحق سمجھے جائیں۔ اب تک بھی وہ انبالہ میں اپنے آپکو
اجنبی اور دوسری جگہ سے آئے ہوئے سمجھتے ہیں اور ان سے کوئی
ہمدردی نہیں رکھتے جن سے معاملہ وصول کرنے کا حق انکو نسلاً بعد
نسلٍ دیا گیا ہے۔

اگلے چالیس سال کی تاریخ ان خود مختار سکھ سرداروں کی
باہم لگاتار چھوٹی چھوٹی لڑائیوں پر مشتمل ہے البتہ جب شمال کی جانب
سے پٹیالہ اور مانی ماجرا کی اور جنوب کی طرف سے لاڈوا کیتھل
اور تھانیسر کی زبردست ریاستیں ان کے ملک پر دست اندازیاں
کرتی تھیں تو یہ سب سرداران کو اپنا مشترک دشمن سمجھکر ان کا مقابلہ
کرتے تھے۔ ہر ایک علیحدہ خاندان نے اور ہر ایک باجگزار گروہ
نے جو اپنی حفاظت کے لئے کافی طاقت رکھتا تھا بطور صدر مقام
کے ایک ایک مضبوط قلعہ ایسا بنا رکھا تھا کہ تمام گردو نواح میں

لہ کننگھم صاحب کی تواریخ خالصہ ملاحظہ ہو۔

CSL

کے اس پہلے سے متغائر عہد میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور ان مذکورۂ بالا امور کو دلنشین کرلینا یہ سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ انبالہ ۱۸۶۳ء میں این روے ستلج کے سکھوں کے ہاتھ بغیر کسی ہنگامہ کے کیونکر آگیا؟

اس ضلع کو پہلے پہل سری گورو تیغ بہادر جی کے زمانہ میں سکھوں سے براہ راست واسطہ پڑا جو ہانسی سے ستلج تک علاقہ میں منڈلاتے پھرتے تھے اور ۱۶۶۴ء سے ۱۶۷۳ء تک لوٹ مار پر گزارہ کرتے رہے۔ سری گورو تیغ بہادر جی کے جانشین سری گورو گوبند سنگھ جی کے زمانے میں انندپور ضلع ہوشیارپور میں ستلج کے چند میل شمال کی طرف چکور تحصیل روپڑ میں اور پہاڑی علاقہ ناہن میں قلعوں کا ایک سلسلہ اس طرح پر تعمیر کیا گیا کہ انبالہ کا تمام مشرقی حصہ ان کی زد میں آگیا۔ اٹھارھویں صدی کے پہلے نصف حصہ میں سکھوں کا کوئی مسلمہ سرگروہ نہ تھا گو یہ لوگ اس عرصہ میں بھی دہلی کے شاہان مغلیہ کے ساتھ اکثر معرکہ آرائیوں میں مشغول تھے اور سرعت کے ساتھ ان کی بڑی بڑی جماعتیں یا مسلیں بنتی جاتی تھیں۔ بالآخر ۱۷۶۳ء میں ان کا طوفان اُٹھا۔ لاہور امرتسر اور فیروزپور کے علاقہ مانجھ کے سکھ سرداروں نے اپنی فوجوں کو سرہند پر اکٹھا کیا افغان ناظم زین خاں کی فوج کو تتر بتر کرکے ناظم مذکور کو مار ڈالا اور ستلج پار ہو کر جمنا کے تمام ملک پر بغیر کسی مزید مزاحمت کے تصرف کرلیا۔ اس وقت کی روایات سُن کر اب بھی وہ سماں آنکھوں کے آگے پھر جاتا ہے کہ اس فتحیابی کے بعد سکھ لوگ کس طرح علاقہ میں آناً فاناً پھیل گئے اور کس طرح ہر ایک سوار رات دن گھوڑا دوڑاتا گاؤں گاؤں پھر گیا اور یہ نشان

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

ضلع انبالہ

مندرجۂ ذیل نوٹ جس میں انبالہ کے بڑے بڑے خاندانوں کی حالت کا مختصر ذکر ہے کننگھٹن صاحب بہادر بالقابہ نے جو ایک زمانے میں انبالہ کے افسر مال تھے تحریر فرمایا تھا:-

سب سے پہلی اور ضروری بات جسے ذہن نشین کر لینا چاہئے یہ ہے کہ اپنے قدرتی جائے وقوع کے باعث ضلع انبالہ کا شمالی ہند کی ہر مہم سے متأثر ہونا مقدر کیا تھا۔ یہ ضلع ایک طرف تو پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے اور دوسری طرف بڑے بڑے جنگل کے قطعات ہیں جو صحرائے راجپوتانہ کی حد تک پہنچتے ہیں۔ پس وہ ایسا مقام ہے کہ کہ حملہ آوروں کا ہر گروہ جس کا مقصود دہلی فتح کرنا ہوتا ہندوستان کے میدان جنگ یعنی پانی پت کی طرف بڑھتے ہوئے انبالہ کے پاس یا درمیان سے گزرتا تھا۔ چنانچہ ان حملوں کا اثر ابھی تک اس ضلع کے دہقانی باشندوں کے خصائل میں باقی ہے۔ مسلسل حملوں کے عین راہ میں واقع ہونے کی وجہ سے یہ لوگ ایسے پست حوصلہ ہو گئے ہیں کہ معمولی مشکل کا مقابلہ کرنے کی قوت بھی ان سے مفقود ہو گئی ہے اور وہ اثر جو ان لاعلاج حملوں کے آگے عاجزی کرتے رہنے سے ان کی جبلت میں موروثی طور پر پیدا ہو گیا ہے سلطنت برطانیہ

ضلع کرنال

CSL

جو پٹنہ کی جائداد سے اس کے حصے میں آتی ہے - پٹنہ کی باقی بہت سی جائداد اس کے بھائی بندوں کے قبضہ میں چلی گئی ہے ؀

آجکل انصاری شیخوں کی بہت سی شاخیں پانی پت میں آباد ہیں - اس خاندان کے بہت سے آدمی ملازمت پیشہ ہیں اور خاص کر وسطی اور جنوبی ہندوستان کی ریاستوں میں ملازم ہیں - شرع محمدی کے قاعدہ وراثت کے بموجب ان کے مقبوضات کے چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم ہو جانے اور پردہ دار مستورات کے حقوق کے بارے میں جھگڑے رہنے کے باعث اس خاندان کے بہت سے رکن دراصل نہایت مفلس ہو گئے ہیں - گو ان کی ظاہری حالت اچھی ہے مگر اندیشہ ہے کہ عنقریب ان کو اپنا گزارہ کرنا بھی مشکل ہو جائیگا - بیان کیا جاتا ہے کہ وہ انصاری جو پٹنہ میں آباد ہیں اپنے پنجاب والے بھائی بندوں سے زیادہ مرفہ الحال ہیں حالانکہ ان میں سے بھی بعض نے سرکار انگریزی کی ملازمت اختیار کر لی ہے چنانچہ تفضل حسین خاں پٹنہ والا ہی کچھ عرصہ تک بنگال میں منصف رہ چکا ہے ؀

انصاری پانی پت کے پیرزادوں یا مخدوم زادوں اور بربت اور سونی پت کے سیدوں سے ہی باہم ازدواج کرتے ہیں ؀

لڑکا نواب باقر علی خاں اس کا جانشین ہوا۔ وہ اپنے آبائی وطن یعنی پانی پت میں واپس آگیا تھا اور اس موقع پر جبکہ دہلی اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ پہلے پہل سرکار انگریزی کی حکومت میں آیا یہ سرکار موصوف کا بڑا وفادار اور خیر خواہ رہا۔ پھر سنہ ۱۸۴۷ء میں نواب امان اللہ خاں جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے عزت اللہ خاں کا جانشین ہوا۔

سنہ ۱۸۸۹ء میں امان اللہ خاں کی وفات پر اس کا بیٹا فضل احمد خاں خاندان کا بزرگ ہوا جس کو حکام اس وجہ سے بخوبی جانتے تھے کہ وہ اپنے باپ کا کئی سال تک قائم مقام رہا تھا جو ایک مزمن مرض کی وجہ سے بذات خود اس اعلیٰ ذمہ واری کی انجام دہی کے قابل نہ تھا۔ جس پر اس کے رتبہ اور شہرت نے اسے پہنچا دیا تھا۔ نواب فضل احمد خاں پانی پت کی میونسپل کمیٹی کا پریزیڈنٹ اور لوکل اور ڈسٹرکٹ بورڈ کا ایک ممبر تھا۔ اسے پانی پت کے کئی خیراتی کاموں میں خصوصاً اسلامیہ خیراتی سکول میں جس کے ساتھ اس کا غیر سرکاری تعلق تھا عملی دلچسپی تھی۔ مور منورٹ میں تو اس کی بہت سی زمینداری جائداد تھی اور مور گو بھر دھن اور بختیار پور میں جو تمام ضلع پٹنہ میں ہیں ایسی جائداد تھی جس کا سرکاری مالیہ معاف تھا۔ نیز تحصیلات پانی پت اور سونی پت کی اراضیات میں اس کو استمراری حقوق بھی حاصل تھے۔ سنہ ۱۸۹۰ء میں اس کا انتقال ہوا اور اس کا بیٹا ناصر احمد خاں اب بزرگ خاندان ہے۔ ناصر احمد خاں پانی پت کا ذیلدار نمبردار اور پراونشل درباری ہے اس کی معافی سکنی اور زرعی جائداد کی آمدنی قریباً دو ہزار روپیہ سالانہ ہے جس میں وہ ۶۰ روپے کے قریب رقم بھی شامل ہے